اسلام میں طلاق کا عادلانہ نظام
اور
اس کی حکمت و برکت

(قرآن و سنت کی روشنی میں)

شیخ ابرار احمد ندوی

ناشـــر

مجلس تحقیقات شرعیه

Printed by Maktaba Ahsan, Lucknow Mob: 9335982413

ناشـــر:

مجلس تحقیقات شرعیه

اسلام میں طلاق کا عادلانہ نظام

اور

اس کی حکمت و برکت

(قرآن و سنت کی روشنی میں)

از

شیخ ابرار احمد ندوی

ناشـــر

مجلس تحقیقات شرعیہ

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ لکھنؤ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	اسلام میں طلاق کا عادلانہ نظام اور اس کی حکمت و برکت (قرآن و سنت کی روشنی میں)
نام مصنف	:	شیخ ابرار احمد ندوی استاذ تفسیر، دار العلوم ندوۃ العلماء
کل صفحات	:	۶۴
سن اشاعت	:	ربیع الاول ۱۴۴۴ھ - اکتوبر ۲۰۲۲ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	/روپئے

ناشـــر

مجلس تحقیقات شرعیہ

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

ملنے کے پتے:

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، احاطہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون:0522.2741439

۲۔ مکتبہ ندویہ، احاطہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، فون:8960997707

فہرست مضامین

نمبرشمار	عنوان	صفحات
	دعائیہ کلمات: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم	۵
	مقدمہ: مولانا مفتی عتیق احمد بستوی مدظلہ العالی	۷
	پیش لفظ: شیخ ابراراحمد ندوی	۱۱
۱	دورجاہلیت میں طلاق کی ظالمانہ صورتیں	۱۴
۲	اسلام میں طلاق کی اجازت کب اور کیوں؟	۱۷
۳	دوسرے مذاہب میں طلاق کی صورتیں اور اس کے خطرناک نتائج	۱۹
۴	طلاق سے پہلے شوہر کی تدبیریں	۲۰
۵	طلاق سے پہلے معاشرہ وسماج کی ذمہ داری	۲۲
۶	اسلامی طلاق میں اعتدال اور حکمتیں	۲۳
۷	طلاق رجعی دینے کا طریقہ اور اس کی شرطیں	۲۵
۸	عدت، اسلام کا امتیازی نظام اور اس کی حکمتیں	۲۶
۹	عدت کے ایام اور اس کی بڑی حکمت	۲۸
۱۰	بچے کے حقوق کا تحفظ اور اس میں حکمت واعتدال	۲۸
۱۱	مطلقہ کی ذمہ داری	۳۰
۱۲	طلاق کے بعد رجعت کا حق	۳۱
۱۳	رجعت کے بعد عورتوں کے حقوق ادا کرنے کی تاکید	۳۲
۱۴	مرد گھر کا سرپرست اور اس کی بڑی حکمت	۳۲
۱۵	طلاق دینے کا عادلانہ اور شریفانہ طریقہ	۳۴
۱۶	رجعت وطلاق میں مرد کو اختیار، لیکن عدل وانصاف کے ساتھ	۳۵

نمبرشمار	عنوان	صفحات
۱۷	مطلقہ بیوی سے مال واپس لینے کی ممانعت	۳۶
۱۸	بیوی کو خلع کا حق اور اس میں محدود مقدار۔ واپسی کی اجازت وحکمت	۳۷
۱۹	ایک مرتبہ میں تین طلاق کی سخت ممانعت	۳۸
۲۰	تیسری طلاق کی اجازت انتہائی ناگواری کے ساتھ	۴۰
۲۱	تیسری طلاق کو روکنے کے لیے کڑی شرط	۴۱
۲۲	تیسری طلاق کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کی اجازت، لیکن حلالہ کی مذمت	۴۲
۲۳	طلاق کے بعد عورتوں کے ساتھ ناروا سلوک ظلم ہے	۴۳
۲۴	طلاق کے نام پر شریعت کو مذاق نہ بنایا جائے	۴۵
۲۵	طلاق شدہ عورتوں کو دوبارہ نکاح سے نہ روکا جائے	۴۶
۲۶	عورتوں اور سرپرستوں کے حقوق میں اسلامی قانون کا حسن اعتدال	۴۸
۲۷	نکاح کے بعد میاں بیوی کی ملاقات سے پہلے ہی طلاق اور اس کا شریفانہ حل	۴۹
۲۸	ایسی مطلقہ کو ہدیہ وتحفہ دینے کا حکم اور اس کی چند مثالیں	۵۰
۲۹	ایسی مطلقہ کو نصف (آدھا) مہر دینا واجب ہے	۵۱
۳۰	مہر یا ہدیہ وتحفہ دینے کے فوائد	۵۲
۳۱	سورۃ الطلاق کی آیات: طلاق دینے کا مناسب وقت	۵۲
۳۲	ایام حیض میں طلاق دینے کی ممانعت اور اس کی مصلحت وحکمت	۵۴
۳۳	عدت کا شرعی طریقہ اور اس کی حکمت وبرکت	۵۴
۳۴	معاشرہ کو طلاق کے نقصانات سے بچانے کے لیے شریعت کا حکم	۵۵
۳۵	طلاق میں شریعت کے حکم کا پاس ولحاظ کرنے والوں کو خوش خبری	۵۶
۳۶	اللہ تعالیٰ کے قوانین کا امتیاز	۵۷
۳۷	عالمی تناظر میں طلاق۔ ایک جائزہ	۵۸
۳۸	دنیا میں سب سے زیادہ طلاق والے ممالک	۵۸
۳۹	فہرست مراجع	۶۳

دعائیہ کلمات

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد، وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد۔

اسلام میں زندگی کو قاعدے اور خیر وشر کا لحاظ کرتے ہوئے گزارنے کی ہدایت کی گئی ہے اور اس کے لیے جو مناسب ضوابط اور طریقۂ کار ہوتے اور ہو سکتے ہیں ان کا خیال رکھا گیا ہے، زندگی کے بعض پہلو مشکل اور پیچیدہ محسوس ہوتے ہیں، ان کے لیے اسلام نے مناسب اور مؤثر حل بتائے ہیں، عورت اور مرد کا تعلق ایک انسانی ضرورت ہے، جس کا حل اسلام میں نکاح کی شکل میں پیش کیا گیا ہے اور اگر یہ تعلق اور میاں بیوی کا رشتہ نہ چل سکے تو اس کو ختم کرنے کا طریقہ طلاق، خلع اور فسخ نکاح بذریعہ قاضی بتایا گیا ہے، جس کی تفصیلات فقہ اسلامی کی کتابوں میں موجود ہیں۔

اسلام کے قانون طلاق کی گہرائی واہمیت سے عدم واقفیت کی بنا پر بعض لوگ اس پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں، حالانکہ اسلام کا قانون طلاق زحمت نہیں، رحمت ہے، اسلام نے انفرادی اور اجتماعی زندگی کے جو طریقے بتائے ہیں ان کو صحیح طور پر سمجھنے سے اسلام کے قانون طلاق پر کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا، میاں بیوی کے رشتہ میں تلخی یا دراڑ پیدا ہو جائے تو اسلام نے اس کے بہت اچھے حل بتائے ہیں، جن کو جان لینے سے آدمی کو قانون طلاق کے صحیح حل ہونے کا اندازہ ہو جاتا ہے، خود قرآن مجید میں مسئلۂ طلاق اور اس کے احکام واضح کر دیے گئے ہیں، اگر ان قرآنی ہدایات کا اچھی طرح مطالعہ کر لیا جائے تو قانون طلاق کی معنویت، اہمیت، افادیت، ضرورت اور اس کی معقولیت واضح ہو جاتی ہے۔

مولوی شیخ ابرار احمد ندوی (استاد دار العلوم ندوۃ العلماء) نے یہاں کے فقہاء سے تبادلہ خیال کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کے قانون طلاق کو قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو قابل قدر ہے، اور طلاق کے صحیح حل ہونے کی نشان دہی کی ہے، امید ہے کہ یہ ایک مفید پیش کش ثابت ہوگی اور پسند کی جائے گی، اللہ تعالیٰ اس کو نافع بنائے اور قبول فرمائے۔

۱۱؍رجب ۱۴۴۳ھ	محمد رابع حسنی ندوی
۱۳؍فروری ۲۰۲۲ء	ناظم ندوۃ العلماء۔لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين، محمد بن عبد الله الأمين، وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد!

انسان اشرف المخلوقات ہے اور اللہ جل شانہٗ کا تخلیقی شاہکار ہے، اللہ تعالیٰ ہی نے انسانوں کو پیدا فرمایا، انسان کے جسم وروح، ذوق ومزاج اور تمام چیزوں کا خالق وہی ہے، انسان کی فطرت کو اور انسان کے فطری تقاضوں کو نیز انسان کی ضرورتوں اور حاجتوں کو جس قدر اللہ جل شانہٗ جانتا ہے اتنا کوئی دوسرا نہیں جان سکتا، کسی مشینری کو بنانے والا ہی اس مشینری کے کل پرزوں، اس کے طریقۂ استعمال اور اس کے مقاصد کو سب سے بہتر طور پر جانتا ہے، اس دنیا کو پیدا کرنے والے خدائے علیم وقدیر نے انسانوں کو پیدا کرکے انھیں بالکل آزاد اور بے لگام نہیں چھوڑا ہے بلکہ انسانوں کو دنیا میں زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا ہے، انسان کی زندگی کا مقصد واضح کیا ہے، اور انبیائے کرام نیز آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہدایت کی شاہراہ کو روشن کیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر حددرجہ شفقت اور مہربانی ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو آداب زندگی اور آداب بندگی سکھائے ہیں، زندگی کے ہر میدان میں واضح ہدایات عطا فرمائی ہیں اور چونکہ اللہ جل شانہٗ انسانوں کے بھی خالق ہیں اور اپنے بندوں پر انتہائی شفیق اور مہربان ہیں اس لئے ان کا اتارا ہوا نظام زندگی اور ان کے متعین کئے ہوئے قوانین ہی دنیا وآخرت میں انسانوں کی صلاح وفلاح کا ذریعہ ہیں اسی پر چل کر اور ان پر عمل کرکے انسان دنیا وآخرت میں کامیابی حاصل کرسکتا ہے، اللہ جل شانہٗ کا نازل کردہ دین اور اس کی بھیجی ہوئی شریعت ہی انسانوں کی کامیابی کی شاہ کلید ہے۔

نسل انسانی کی افزائش اور انسانوں کی آبادی میں اضافہ مرد وعورت کے اختلاط سے ہوتا ہے، میاں بیوی کا رشتہ اس کائنات کا سب سے اہم پائدار اور نازک ترین رشتہ ہے، اللہ جل شانہٗ نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کا غمخوار ہمدرد اور رفیق بنایا ہے، دونوں کو ایک دوسرے کا حریف اور فریق نہیں بنایا ہے، یہ رشتہ جتنا بہتر ہوگا گھر کا ماحول اتنا ہی خوشگوار، فرحت بخش اور قابل رشک ہوگا اور خدانخواستہ اگر میاں بیوی کے رشتہ میں دراڑ پیدا ہوتی ہے، باہمی اعتماد مجروح ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے تئیں نفرت اور دوری پیدا ہوتی ہے تو گھر جہنم کا نمونہ ہوجاتا ہے اور تمام افراد خانہ انتہائی الجھن اور تکلیف میں پڑجاتے ہیں، اسلام رشتۂ نکاح کو استوار اور مضبوط اور بارآور دیکھنا چاہتا ہے، اور ایسی ہدایات اور تعلیمات جاری کرتا ہے جن پر عمل کرنے سے ازدواجی رشتہ کامیاب، باعث سکون اور ثمر آور ہو لیکن تمام احتیاطی ہدایات اور کوششوں کے باوجود کچھ اسباب کی بنیاد پر کبھی کبھی میاں بیوی کے رشتہ میں ایسی دراڑ پیدا ہوجاتی ہے کہ میاں بیوی کا ایک ساتھ رہنا ناممکن ہوجاتا ہے اور رشتۂ نکاح دونوں کے لیے قید وبند کی صورت اختیار کرلیتا ہے ایسی صورت میں اسلام کی یہ ہدایت ضرور ہے کہ جہاں تک ہوسکے اس رشتہ کو باقی رکھنے کی کوشش کی جائے، غلط فہمیوں کا ازالہ کرلیا جائے، اعتماد ومحبت کی فضا کو دوبارہ واپس لایا جائے، لیکن اگر تمام کوششوں کے باوجود اس میں ناکامی ہوجاتی ہے تو اسلامی قانون میں اس کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ رشتۂ نکاح ختم کردیا جائے، میاں بیوی کو قید نکاح سے آزاد کردیا جائے تاکہ دونوں اپنے لئے دوسرا متبادل تلاش کرسکیں اور نئی ازدواجی زندگی کا آغاز کرسکیں، رشتۂ نکاح کو ختم کرنے کے اسلام میں کئی طریقے ہیں، اس میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ شوہر مخصوص الفاظ بول کر اپنی مرضی سے اس رشتہ کو ختم کردے، اسے طلاق کہا جاتا ہے، ایک طریقہ یہ ہے کہ بیوی کے مطالبہ پر اس کی طرف سے اپنے بعض حقوق سے دستبرداری کے عوض یا کچھ مال لے کر شوہر رشتۂ نکاح کو ختم کردے، جسے خلع کہا جاتا ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ فسخ نکاح بذریعہ قاضی ہو، ان تمام صورتوں کی تفصیلات فقہ اسلامی

کی کتابوں میں موجود ہیں۔

خود قرآن کریم میں طلاق کے مسئلہ پر بہت کافی وشافی روشنی ڈالی گئی ہے اور واضح احکام دئے گئے ہیں، اگر طلاق کے بارے میں قرآنی آیات کا بغور مطالعہ کرلیا جائے تو قانونِ طلاق کی معنویت وافادیت، طلاق کی معقولیت اور اس کا سماج کے لئے رحمت ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلام کا قانونِ طلاق معاندین اسلام کی طرف سے ہمیشہ ہدف تنقید بنا ہے اور طلاق کے حوالہ سے اسلام پر بار بار اعتراض کئے جاتے ہیں، لیکن طلاق ایسی انسانی ضرورت ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب اور تمام قوانین نے بالآخر اسے تسلیم کیا اور اسے اپنا حصہ بنایا جن مذاہب میں طلاق کا تصور ہی نہیں تھا ان کے ماننے والوں نے بھی اپنے یہاں قانونِ طلاق کی گنجائش پیدا کی اور اس کے لئے قوانین بنائے۔

زیر نظر کتاب (**اسلام میں طلاق کا عادلانہ نظام اور اس کی حکمت وبرکت قرآن وسنت کی روشنی میں**) دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ عزیز گرامی مولانا شیخ ابرار احمد ندوی سلمہ اللہ کی کامیاب کاوش ہے، انھوں نے بہت سادہ اور عام فہم انداز میں قرآن کریم کی طلاق سے متعلق آیات پر روشنی ڈالی ہے، کتاب وسنت نے طلاق کے بارے میں جو رہنمائی فرمائی ہے اسے مؤثر انداز میں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اسلام کے قانون طلاق کی معنویت اور افادیت کو واشگاف کیا ہے اور اعداد وشمار کے حوالے سے یہ بات ثابت کی ہے کہ مسلمانوں میں طلاق کی شرح دوسری قوموں کے مقابلہ میں کافی کم ہے، میں نے اس کتاب کو حرف بحرف پڑھا، جہاں ضرورت محسوس ہوئی ترمیم واضافہ کا مشورہ دیا، جسے مصنف نے خوشدلی کے ساتھ قبول کیا، مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتاب طلاق کے بارے میں حقائق کو واضح کرنے، اسلامی تعلیمات کو خوبصورتی کے ساتھ پیش کرنے میں مؤثر کردار ادا کرے گی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کو اس کتاب سے اچھی رہنمائی حاصل ہوگی۔

میری دعا ہے کہ مصنف کی یہ کوشش باری تعالیٰ کے یہاں قبولیت حاصل کرے اور یہ کتاب بندگان خدا کے لئے نافع اور رہنما ثابت ہو۔

عتیق احمد بستوی
استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۴؍ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ
۳۰؍نومبر ۲۰۲۱ء

پیش لفظ

"اسلام میں طلاق کا عادلانہ نظام اور اس کی حکمت و برکت" اس تحریر کو لکھنے کا سبب ہمارے ملک کی وہ ہنگامی وبگڑتی صورت حال ہے جس میں طلاق کے نام سے اسلام و مسلمانوں کو بدنام کرنے کی منظّم سازش رچی گئی بلکہ جس کے ذریعہ شریعت اسلامی (مسلم پرسنل لاء) کو نشانہ بنانے کی راہ ہموار کی گئی ہے۔ اور ملک کے پارلیمنٹ میں عددی اکثریت کی بنا پر طلاق کے سلسلے میں وہ بل منظور کرا لیا جس کی زد شریعت اسلامی پر پڑتی ہے، اس صورت حال نے تمام مسلمانوں کو بے چین اور فکرمند کر دیا، علماء نے، عوام نے، اسلامی تنظیموں اور تحریکوں نے اس کے سدّ باب کے لیے اپنی اپنی سطح سے کوششیں کیں اور کی جا رہی ہیں جو قابل قدر ہیں۔ توفیق الٰہی سے راقم کو بھی خیال ہوا کہ اس عنوان سے قرآن مجید کے حوالے سے لکھا جائے اور اللہ کے اس پاکیزہ قانون (طلاق) جو کہ اس نے اپنی کتاب حکیم میں بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے، اس کے عادلانہ وحکیمانہ پہلو کو، اس کی جامعیت اور معاشرۂ انسانی کے لیے اس کی برکت ورحمت ہونے کو نمایاں کیا جائے، تا کہ اس باطل پروپیگنڈہ سے وہ حضرات جو خالص جدید تعلیم یافتہ یا ناخواندہ، یا دین میں ناپختہ ہوں متأثر نہ ہوں، ان کا اللہ کی شریعت پر اعتماد بحال رہے، نیز اسلام کے اس پاکیزہ نظام طلاق کی حکمت وبرکت ساری انسانیت کے سامنے بھی آجائے تا کہ جن دماغوں میں اسلام کے اس عظیم قانون عدل و انصاف سے نفرت ہو اس کا ازالہ ہو جائے اور وہ اسلامی تعلیمات کی خوبیوں سے واقف ہوں، اس کے لیے سب سے بہتر یہی ہے کہ قرآنی آیات کی روشنی میں اس کی حکمتوں کو پیش کیا جائے۔ ﴿وَ مَنۡ أَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیۡثاً﴾

ترجمہ۔ اللہ سے بڑھ کر سچی بات کس کی ہو سکتی ہے۔ ﴿وَ مَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ قِیۡلاً﴾ ترجمہ۔ اللہ سے بڑھ کر اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ اکثر قرآنی آیات اور احادیث نبوی کے حوالہ سے ہے۔ اس میں آیات قرآنی کی ترتیب کو ہی ملحوظ رکھا گیا ہے، (سب سے اول سورۃ البقرۃ کی آیات پھر سورہ احزاب اور آخر میں سورہ الطلاق) نہ کہ فقہی ابواب کو، تا کہ اس کتاب کا مقصد طلاق سے متعلق قرآنی آیات میں حکمتوں کی وضاحت کا تسلسل قائم رہے، اللہ تعالیٰ اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے۔

اس کتاب کے تحریری مراحل کا ذکر کرنے سے پہلے میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کا بے حد ممنون ہوں آپ نے اس موضوع کو سراہا اور اپنے دعائیہ کلمات سے تائید وحوصلہ افزائی فرمائی۔

اس کتاب کو سب سے پہلے استاذ محترم حضرت مولانا برہان الدین سنبھلیؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یہ کتاب عام فہم اسلوب میں عوام الناس کے لیے تیار کی گئی تھی۔ مولاناؒ نے عزیزم مولوی سلمان ندوی بجنوری سلمہ اللہ (استاذ دارالعلوم) سے پڑھوایا اور سنا اور مزید اضافہ اور حوالے جات کے اندراج کی رہنمائی فرمائی۔ حسب ایماء اضافہ کیا گیا۔ لیکن مولانا کی شدید علالت کی وجہ سے (جس کے بعد مولانا جانبر نہ ہو سکے) آپ کی خدمت میں دوبارہ پیش نہ کیا جا سکا۔

لہٰذا اس کتاب کو استاذ محترم مولانا مفتی عتیق احمد بستوی حفظہ اللہ ورعاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ مولانا مدظلہ العالی نے حوصلہ افزائی فرمائی اور مزید جدید وقدیم مراجع سے استفادہ کا مشورہ دیا اور بطور خاص دو باب "زمانہ جاہلیت میں طلاق کی صورتیں" اور "عالمی تناظر میں طلاق ایک جائزہ" کے اضافے کا مشورہ دیا۔ اور مولانا مدظلہ العالی نے زبان و بیان کے پہلو سے کتاب کو زیادہ بہتر بنانے کے لئے محترم مولانا علاء الدین ندوی حفظہ اللہ (عمید کلیۃ اللغہ دارالعلوم ندوۃ العلماء) اور رفیق محترم مولانا منور سلطان ندوی (مرتب فتاوی ندوۃ العلماء) سے بھی مراجعت کرائی۔ ان حضرات نے اپنی مشغولیت کے باوجود

حرف بحرف پڑھا اور بعض مقامات پر حذف وترمیم کا قابل قدر مشورہ بھی دیا، پھر مولانا مدظلہ العالی نے اپنی مشغولیت اور اعذار کے باوجود بنظر غائر مراجعت فرمائی، اور مزید اصلاح وتنقیح فرمائی، اور وقیع مقدمہ سے اس کو زینت بخشی، میں مولانا مدظلہ العالی کی اس خصوصی توجہ پر ممنون ہوں اور ان حضرات کے حسن تعاون کا شکرگزار ہوں۔ نیز عزیزم رشید اللہ رحیمی ندوی سلمہ اللہ (راجستھان) کا بھی جنھوں نے خوشدلی و بڑی سعادت مندی سے کمپوزنگ کے مرحلے کو پورا کیا اور کبھی ادنیٰ سی کلفت کا بھی احساس نہ ہونے دیا، میں دل سے اس حسن تعاون کا قدرداں ہوں۔ اور عزیزم معاویہ گجراتی سلمہ اللہ کا بھی جنھوں نے ابتدائی مرحلے میں کمپوزنگ کا آغاز کیا تھا اور مولانا عطاء الرحمن ندوی رفیق مجلس تحقیقات شرعیہ کا بھی جن کی فائنل سیٹنگ سے رسالہ قابل اشاعت بنا۔ فجزاهم الله خيراً احسن الجزاء في الدارين۔ آمین یارب العالمین۔

شیخ ابرار احمد ندوی

بِاسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ أما بعد!

دور جاہلیت میں طلاق کی ظالمانہ صورتیں

اسلام کی آمد سے قبل دنیا کی قوموں اور بطور خاص عربوں میں طلاق کا قدیم قبائلی رواج تھا، اس میں بڑی افراط وتفریط تھی۔ اس سے ازدواجی زندگی بے لطف و بے ہنگم ہونے کے ساتھ ساتھ ظلم وزیادتی کی بھینٹ چڑھ گئی تھی۔

گرچہ عربوں میں طلاق کا لفظ عام نہیں تھا لیکن ’’فارقتکِ، سَرَّحتُکِ، انتِ خلیةٌ، انتِ بریةٌ، حبلکِ علیٰ غاربِکِ، اِلْحَقِیْ بِاھلِکِ، انتِ مخلیٌّ کھذاَ البَعِیر‘‘ جیسے الفاظ سے طلاق دینے کا عام رواج تھا۔

اور طلاق میں کوئی تحدید نہ تھی، ایک شوہر اپنی بیوی کو بلا توقف 2،3 طلاق تو کیا دس سے بھی زیادہ طلاق دے ڈالتا اور پریشان کرنے کے لیے بار بار رجوع کرلیا کرتا تھا۔ اور یہی ظالم کبھی سو (100) طلاق بھی دے ڈالتا تھا۔ اسلام نے اس بے لگام ظالمانہ نظام میں تحدید کی اور تین سے زیادہ طلاق کو ممنوع قرار دیا۔

اور کبھی یہی شوہر ناراضگی میں بیوی سے دور رہنے کی قسم کھالیتا تھا۔ اور کئی مہینے یا سال دو سال کے لیے بیوی کو چھوڑ دیا کرتا تھا۔ اس طلاق کو (ایلاء) کہا جاتا تھا۔ اس جاہلی ظالمانہ نظام سے نجات دلانے کے لیے اسلام نے ایلاء کی مدت کو مختصر اور متعین کیا۔

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ، فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾۔(۱)۔ترجمہ: جولوگ اپنی بیویوں سے "ایلاء" کرتے ہیں۔(قسم کھا لیتے ہیں کہ ان کے قریب نہیں جائیں گے) ان کو چار مہینے کے انتظار کی مہلت دی جا رہی ہے۔لہٰذا اگر وہ (اس مدت میں) رجوع کر لیتے ہیں تو اللہ مغفرت فرمانے والا ہے، اور اگر طلاق کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اور کبھی طلاق کی غرض سے شوہر بیوی سے ظہار (۲) کر لیتا تھا۔ظہار بھی زمانہ جاہلیت میں بیوی کو چھوڑنے (طلاق دینے) کی بڑی سخت قسم ہوتی تھی جو دائمی طلاق کے قائم مقام تھی۔جس کے بعد بیوی کی رجعت ناممکن تھی۔اسلام نے اس دائمی قسم میں لچک پیدا کی اور طلاق کے دائرہ سے نکال کر اس کو نامعقول اور جھوٹ بات قرار دیا۔اور کفارہ کی ادائیگی کے بعد ازدواجی رشتہ کی بحالی کو ممکن بنا دیا۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُظَاهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَآئِهِمْ مَا هُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ، اِنْ اُمَّهَاتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ، وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ (۳) ترجمہ: تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ انکی مائیں نہیں ہیں۔ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنا ہے۔اور وہ لوگ بلا شبہ نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخش دینے والا ہے۔ ﴿وَالَّذِیْنَ یُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِسَآئِهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَتَمَآسَّا، ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔ فَمَنْ لَمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَتَمَآسَّا، فَمَنْ

(۱) سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۶، ۲۲۷۔

(۲) الظهار شرعا: تشبيه المسلم زوجته أو تشبيه جزء شائع منها بعضو يحرم النظر إليه من أعضاء امرأة محرمة عليه نسبا أو مصاهرة أو رضاعاً۔(القاموس الفقہی سعدی ابوحبیب، ص ۲۳۹)۔مرد کا اپنی بیوی کو ماں یا بہن یا ان عورتوں سے تشبیہ دینا جو شرعاً حرام ہوں۔

(۳) سورۃ المجادلۃ، آیت: ۲۔

لَمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا، ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكَافِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ (۱) ترجمہ: اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر انھوں نے جو کچھ کیا ہے اس سے رجوع کرتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یہ ہے وہ بات جس کی تمھیں نصیحت کی جا رہی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔پھر جس شخص کو غلام میسر نہ ہو اس کے ذمے دو متواتر مہینوں کے روزے ہیں۔قبل اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔پھر جس کو اس کی بھی استطاعت نہ ہو اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔یہ اس لیے تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

دور جاہلیت میں شوہر کی طرف سے بیوی پر مزید یہ ظلم بھی ہوتا تھا کہ اس کو دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی اجازت نہ تھی، مرد اس نکاح کو اپنی غیرت کے خلاف سمجھتا اور اس مطلقہ اور اس کے گھر والوں کو دھمکاتا رہتا جب تک کہ اس کو کچھ دے دلا کر راضی نہ کر لیا جاتا۔شریعت اسلامی نے اس طرح کے ظلم پر قدغن لگائی اور سختی سے کہا ﴿اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (۲)۔ترجمہ: اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دے دی ہو، پھر وہ عورتیں اپنی عدت بھی پوری کر چکیں تو تم ان کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے (تجویز کئے ہوئے) شوہروں سے (خواہ وہ اول ہو یا ثانی) نکاح کر لیں۔جب کہ باہم سب رضامند ہو جائیں قاعدہ کے موافق"۔

عمومی طور سے طلاق کا حق مرد کو تھا عورت کو طلاق کا حق نہیں تھا۔لیکن شوہر سے وہ اپنے نفس کو آزاد کرا سکتی تھی اور اس آزادی کے لئے اسکو یا اس کے ولی کو شوہر کو معاوضہ دینا

(۱) سورۃ المجادلۃ، آیت: ۳، ۴۔

(۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۳۔

ہوتا تھا اس کو خلع کہتے تھے۔اور یہ دور جاہلیت میں طلاق کی ایک صورت تھی۔اسلام نے بھی خلع کی گنجائش رکھی ہے۔لیکن زوجین کو ایسی ہدایات اور شرائط کا پابند بنایا جس سے دونوں میں سے کسی پر ظلم نہ ہو۔

لیکن دور جاہلیت میں کبھی عورت بھی مرد کو طلاق دے دیا کرتی تھی۔اوراس کے طلاق کا انداز بڑا نرالا ہوتا تھا۔یہ طلاق زبانی نہیں عملی ہوا کرتی تھی اوراس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ عورت اپنے خیمہ کا رخ بدل دیا کرتی تھی۔مثلاً خیمہ کا رخ مشرقی جانب ہے تو وہ مغربی جانب کردیا کرتی تھی۔شمالی جانب ہے تو جنوبی جانب کردیا کرتی تھی۔بس شوہر اس کو دیکھ کر سمجھ جاتا تھا کہ اس کی بیوی نے اپنے شوہر کو طلاق دے دی ہے (۱)۔

دور جاہلیت کا یہ پس منظر بتلاتا ہے کہ شریعت اسلامی نے مرد وعورت کو بہترین زندگی گزارنے اور دونوں کو حقوق زوجیت کی پامالی سے روکنے اور بچانے اور خاص طور سے عورت کو ظالمانہ جاہلی نظام سے نجات دلانے کے لیے ہی طلاق کا عادلانہ نظام عطا فرمایا ہے، کیوں کہ دنیا کی دیگر قوموں کی طرح عربوں کے پاس بھی میاں بیوی کے تعلقات کے سلسلہ میں واضح رہنمائی نہیں تھی بس قبائلی وخاندانی ریت رواج کے مطابق بیویوں سے ناراضگی کے وقت ایلاء وظہار کرکے یا طلاق کی بے حد وحساب بوچھار کرکے ان کو حقوق زوجیت سے محروم کردیا کرتے تھے، پھر وہ بے سہارا ہوجاتیں یا گھر میں معلقہ ہوکر زندگی بسر کرتی تھیں۔طویل مدت تک نہ بیوی کا حق پاتیں نہ آزاد عورت کی طرح رہ سکتی تھیں، لہٰذا اسلام نے ان کو طلاق کے عادلانہ نظام کے ذریعہ جاہلیت کے اندھے رواج اور ظالمانہ قانون سے نجات دلائی۔

اسلام میں طلاق کی اجازت کب اور کیوں؟

اگر شوہر اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن نہ ہو اوراس کی ازدواجی زندگی میں تلخیاں ہی تلخیاں پیدا ہوگئی ہوں اور ایک دوسرے کے حقوق کی پامالی کا خطرہ غالب ہو تو

(۱) المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، الفصل السابع والخمسون۔الطلاق المجلد الخامس، ص ۵۴۸۔

شریعتِ اسلامی نے اس کو اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لیے طلاق کی اجازت دی ہے۔

لیکن اس اجازت کے ساتھ یہ حقیقت بھی گوش گزار کردی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کے سلسلہ میں جو حدود وقیود مقرر فرمائی ہیں انکی پوری پوری نگہداشت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب سننے والا اور جاننے والا ہے، یعنی حدود سے تجاوز کرنے پر مرنے کے بعد اللہ تعالی کے پاس مواخذہ ہوگا۔یہ طلاق کی اجازت ضرورت ومجبوری کی وجہ سے ہے نہ کہ محض ظلم وزیادتی یا جذباتی تسکین کی وجہ سے، کیوں کہ اسلام نے طلاق کو مجبوری کا حل بتایا ہے،اس لیے حضرت رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: **" اِنّ أبغض الحلال عند اللہ الطلاق "** (۱) بس یاد رہے اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔طلاق کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بس وٹرین یا ہوائی جہاز میں ایمرجنسی ڈور (Emergency door) یا آپات کالین کھڑکی ہوتی ہے۔ ہنگامی حالات میں اس کو کھول کر جان کو بچایا جاسکتا ہے۔ بلکہ سنگین حالات میں اس کو کھولنا ضروری ہوجاتا ہے، حالاں کہ نارمل (Normal) حالات میں اس کو کھولنا جرم اور قانون شکنی ہے۔اسی طرح جب میاں بیوی کے تعلقات انتہائی کشیدہ ہوجائیں اور ملاپ کی کوئی شکل نہ رہے تو طلاق کی اجازت ہے اور نارمل (Normal) حالات میں بلاضرورتِ شدیدہ یا جذبات میں طلاق کا استعمال یا مطالبہ گناہ ہے، یہی اسلام کا عادلانہ نظام ہے۔ پھر جو مرد بلاضرورت شرعی طلاق دے اس کو اللہ تعالی نے ظالم لوگوں میں شمار کیا ہے۔ ﴿وَ مَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (۲) (جو کوئی اللہ کے ضابطوں سے باہر نکل جائے گا سو ایسے لوگ ظلم کرنے والے ہیں)۔اس وجہ سے فقہاء نے صراحت کی ہے کہ بے وجہ طلاق کا استعمال ناپسندیدہ ہے۔مشہور متقی عالم امام عبدالوہاب شعرانی

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق: ۲۱۷۷۔

(۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۹۔

رقم طراز ہیں: اِتّفَقُوا علیٰ اَنَّ الطَّلاَقَ مکروہ فِی حَالَةِ اِستِقامَةِ الزَوْجَیْنِ، بَلْ قالَ ابُوْ حَنِیْفَةَ بِتَحْرِیْمِهِ(۱)۔تمام علماء شریعت اس بات پر متفق ہیں کہ بغیر معقول وجہ کے طلاق دینا نہایت ناپسندیدہ ہے اور امام ابوحنیفہ تو اسے حرام ہی فرماتے ہیں۔اسی طرح محقق ابن ہمام فرماتے ہیں: بِاَنَّهُ مَحْظُوْرٌ لِماَ فِیْهِ مِنْ کُفْرَانِ النِّکَاحِ(۲) طلاق ممنوع ہے کیونکہ اس میں نعمت نکاح کی ناقدری ہے۔

اور یہ بات بھی معلوم ہونا چاہیے کہ نکاح ختم کرنے کا اختیار صرف مرد کا نہیں ہے، عورت بھی نکاح ختم کرسکتی ہے مگر حاکم وقت (قاضی) کے ذریعے(۳) اور اس پر شوہر کی طرف سے ظلم وزیادتی ہو تو طلاق کا مطالبہ بھی کرسکتی ہے۔لیکن اس اجازت کے ساتھ یہ تنبیہ بھی کردی گئی ہے کہ جو عورت بلا وجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں۔عن ثوبان أن رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم قال : أَیُّمَا اِمْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلاقاً مِنْ غَیْرِ بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْهَا رَائِحَةُ الجَنَّةِ۔(۴)

دوسرے مذاہب میں طلاق کی صورتیں اور اس کے خطرناک نتائج

دنیا کے دوسرے مذاہب میں طلاق کے بارے میں بڑی افراط وتفریط پائی جاتی تھی۔یہودیوں کے یہاں طلاق بہت آسان تھی، نہ کوئی قید وشرط طلاق میں ہے، نہ شوہر پر نہ بیوی پر، مرد کا جب جی چاہتا بلا وجہ بس ایک طلاق نامہ لکھ کر بیوی سے چھٹکارا کرلیتا، اور بیوی بھی اسی وقت دوسرا نکاح کرسکتی تھی، توریت کے الفاظ ہیں: "اگر کوئی مرد کوئی عورت لے کے اس سے بیاہ کرلے اور بعد اس کے ایسا ہو کہ وہ اس کی نگاہ میں عزیز نہ ہو، اس سبب

(۱) المیزان للشعرانی، الجزء الثانی، کتاب الطلاق، ص ۱۳۵۔

(۲) فتح القدیر، الجزء الثالث، کتاب الطلاق، ص ۴۴۶۔

(۳) رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ، ج ۵، ص ۱۳۹، مفتی سعید پالنپوریؒ۔

(۴) رواہ الترمذی، رقم الحدیث: ۱۱۹۸۔

سے کہ اس نے اس میں کوئی پلید بات پائی تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کے اس کے ہاتھ میں دے، اور اسے اپنے گھر سے باہر کرے اور جب وہ اس گھر سے نکل گئی تو جا کے دوسرے مرد کی ہووے"۔(۱)

عیسائیوں کے یہاں میاں بیوی کی علیحدگی کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی، انجیل کے موجودہ الفاظ یہ ہیں: " جسے خدا نے جوڑا ہے، اسے آدمی جدا نہ کرے"۔(۲) اگرچہ موجودہ عیسائی مجبور ہوکر اپنے قانون کو چھوڑ بیٹھے، یہ ان کا حال ہے جو قومیں اہل کتاب سمجھی جاتی ہیں۔رومیوں، یونانیوں اور ھندوؤں میں تو قریب زمانہ تک طلاق ناجائز چلی آرہی تھی گو حالات سے مجبور ہوکر اس کی اجازت دی گئی۔(۳)

اسی کا نتیجہ ہے کہ ان قوموں اور برادریوں میں خودسوزی، خودکشی، زہرخورانی، قتل وغارت گری جیسے سنگین وگھناؤنے جرائم کو روزافزوں بڑھاوا مل رہا ہے۔ملکی اور عالمی کرائم رپورٹ(CRIME REPORT) اس کی شہادت کے لیے کافی ہے۔

الحمدللہ مسلم معاشرہ اس دور میں بھی ان گھناؤنے جرائم سے بڑی حد تک محفوظ ہے۔یہ عادلانہ نظامِ طلاق کی برکت ہے، لیکن ابھی بھی مسلم معاشرہ کو طلاق کے سلسلے میں اپنی عملی بے اعتدالی کو درست کرنے اور شریعت کے قوانین پر عمل پیرا ہونے کی سخت ضرورت ہے تاکہ دنیا کے سامنے ہماری بگڑتی شبیہ درست ہو سکے اور اسلام کی اعلیٰ تعلیمات سے ساری انسانیت فائدہ اٹھا سکے۔

طلاق سے پہلے شوہر کی تدبیریں

حالات کی اصلاح کے لیے شریعت اسلامی نے طلاق دینے سے پہلے شوہر کو

(۱) استثناء ۲۴:۱، ۲، بحوالہ تفسیر ماجدی، جلد اول، ص ۴۴۲۔

(۲) مرقس: ۱۰: ۷-۱۲، بحوالہ ماجدی، أیضاً۔

(۳) تفسیر ماجدی، ج ۱، ص ۴۴۳، مزید تفصیل کے لیے اس موضوع پر معاشرتی مسائل، بعنوان دوسرے مذاہب کی جھلکیاں اور باب الطلاق دیکھیں، ازمولانا محمد برہان الدین سنبھلی۔

ہدایت دی کہ وہ دوسری تدبیریں کرے ﴿وَاللّٰتِي تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِيْ الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ، فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً، إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيّاً كَبِيْراً﴾۔(۱)

ترجمہ: تمھیں اپنی جن بیویوں سے نافرمانی (سرتابی وسرکشی) کا اندیشہ ہوتو (پہلے) انہیں سمجھاؤ، (اگر اس سے کام نہ چلے تو) انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو، (اور اس سے اصلاح نہ ہوتو) انہیں ہلکی مار لگاؤ، پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کارروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو، یقین رکھو کہ اللہ سب کے اوپر سب سے بڑا ہے۔

غور فرمایئے! کتنے حکیمانہ اسلوب سے (قبل از طلاق) بیوی کو راہ راست پر لانے کی تدابیر بتائی گئی ہیں کہ پہلا مرحلہ سمجھانے بجھانے کا ہے، عورت میں کجی زیادہ نہ ہو، اور سمجھدار ہو تو زبانی تنبیہ یا افہام وتفہیم ہی سے کام چل جائے گا، اس طریقہ سے کام نہ چلے تو پھر ایسی سزا دی جائے جس سے اس پر نفسیاتی اثر پڑے، یعنی عارضی قطع تعلق اور بول چال بند رکھنا وغیرہ، یہ حربہ ایسا ہے کہ عورت کو (اگر اس میں ذرا بھی خیر ہے اور وہ واقعی نباہ کرنا چاہتی ہے تو) ضرور سیدھا کردے گا، لیکن اگر یہ ترکیب بھی غیر مفید ثابت ہو اور تنگ مزاجی، اس سے زیادہ سخت تنبیہ کا تقاضا کرے تو پھر ہلکی سی سرزنش بھی کرکے دیکھے (وَاضْرِبُوْهُنَّ) کیوں کہ بعض طبعیتیں اسی زبان کو سمجھتی ہیں (اس کے علاوہ اور کوئی چیز ان پر اثر انداز نہیں ہوتی)، مگر بدرجۂ مجبوری اس پر عمل کرتے وقت بھی شوہر کو ہدایات دی گئی ہیں کہ (اِتَّقِ الْوَجْهَ) چہرہ پر نہ مارنا اور سخت چوٹ نہ لگانا (فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْباً غَيْرَ مُبَرِّحٍ)۔(۲)

ان سب تدبیروں کے بے اثر ہوجانے کے بعد بھی فوراً طلاق دینے کی تعلیم نہیں دی گئی، بلکہ دوسرے خیر خواہ رشتہ داروں، اور خاندان کے ان بزرگوں کو جن کا حکم مانا جاتا

(۱) سورۃ النساء: ۳۴۔

(۲) رواہ مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث: ۲۹۴۱۔

ہے، انہیں درمیان میں پڑ کر صلح وصفائی کرانے، غلط فہمیاں دور کرنے اور سمجھانے کا کام سپرد کیا گیا(۱)۔

طلاق سے پہلے معاشرہ وسماج کی ذمہ داری

اگر شوہر وبیوی کے تعلقات انتہائی کشیدہ ہوجائیں اور نکاح کا بندھن ٹوٹنے تک بات پہنچ جائے تو اس وقت اسلام پورے سماج وخاندان کو جھنجھوڑ دیتا ہے اور محض تماشائی بن کر بیٹھے رہنے کی اجازت نہیں دیتا ہے بلکہ حکم دیتا ہے کہ دونوں طرف سے ایک ایک سمجھدار، دانا، فرزانہ شخص اصلاح حال کے لیے کوشاں رہے، اگر یہ اپنی سعی وکوشش میں مخلص ہوں گے تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ حالات کو درست فرمادے گا اور نفرت کو الفت میں بدل دے گا۔

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَماً مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَماً مِنْ أَهْلِهَا، إِنْ يُرِيْدَا إِصْلاَحاً يُوَفِّقِ اللهُ بَيْنَهُمَا، إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيْماً خَبِيْراً﴾۔(۲)

ترجمہ: اگر تمھیں ان دونوں کے آپس کے توڑ کا ڈر ہے تو ایک فیصلہ کرنے والا، مرد کے خاندان سے اور ایک فیصلہ کرنے والا عورت کے خاندان سے بھیج دو، اگر وہ دونوں

(۱) یہاں خاص طور پر حکم رشتہ داروں ہی کو بنانے کا مشورہ دے کر انسانی جذبات اور خاندانی ناموس کی حد درجہ رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، کیوں کہ حکم کے سامنے تمام حالات عموماً بیان کئے جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ جو واقعات زوجین میں اختلاف کا سبب بنے وہ کوئی خوشگوار اور پسندیدہ نہ ہوں گے، دریں صورت غیروں کو درمیان میں ڈالنا دونوں کی، بلکہ دونوں خاندانوں کی رسوائی اور فضیحت کا موجب بن سکتا ہے، اس بناء پر طلاق کے لیے عدالت کا واسطہ شریعت میں نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں بلکہ ناپسند قرار دیا گیا ہے، عدالت میں کیس جانے کے بعد بسا اوقات اخبارات بھی دلچسپی لینے لگتے اور تشہیر کرنے لگتے ہیں، تجربہ سے معلوم ہوا کہ عموماً طلاق کی وجہ بدکاری اور بداخلاقی بتائی جایا کرتی ہے اور اسی کا عدالت میں ثبوت دیا جاتا ہے، اب غور کیجئے! یہ صورت زوجین خاص طور پر عورت کے لیے کتنی نامناسب بلکہ اس کے مستقبل کو تباہ کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔(مستفاد از معاشرتی مسائل، ص ۱۴۹-۱۵۱)۔

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۳۵۔

اصلاح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں جوڑ پیدا فرمادے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا پورا باخبر ہے۔

اب بتایئے ان سب کوششوں کے بعد بھی نباہ نہیں ہوتا تو پھر زندگی بھر تلخی، ناخوشگواری، بدمزگی، اور کوفت کے ساتھ دونوں کوایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر مجبور کرنا ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ انصاف کہلائے گا یا ظلم؟ ظاہر ہے ایسی بے کیف بلکہ تلخ زندگی دونوں کی صحت، ان کی صلاحیتِ کار، نیز ان کے قوائے عمل پر اثر ضرور کرے گی۔ اس صورت میں ان دونوں کے درمیان تفریق ہوجانا ہی صرف ان کے بلکہ سب اہل تعلق کے حق میں رحمت اور زندگیاں سنوارنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اب مستقبل کے اندیشہائے دور دراز کا خیال کئے بغیر الگ ہوجانا ہی ان کے (بلکہ پورے خاندان کے) حق میں بہتر ہے۔ لہٰذا ان حالات میں خدا تعالیٰ کا یہی حکم ہے، اور اسی کی تعمیل ان کے حق میں بہتر ہوگی کہ یہ الگ ہو جائیں۔ ان آیات میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے، ﴿لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْراً﴾ [۱] ترجمہ: "تم نہیں جانتے شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے" اور ﴿وَإِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعاً حَكِیْماً﴾ [۲] ترجمہ: "اور اگر دونوں جدا ہو ہی جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے دونوں کو (ایک دوسرے کی حاجت سے) بے نیاز کردے گا، اور اللہ بڑی وسعتوں والا بڑی حکمت والا ہے"۔ [۳]

اسلامی طلاق میں اعتدال اور حکمتیں

اب اگر طلاق کی نوبت آ ہی جائے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام میں طلاق کا نظام نہایت مستحکم اور معتدل ہے اور اس میں انسان کے فطری مزاج کی بھرپور رعایت رکھی گئی

(۱) سورۃ الطلاق، آیت: ۱۔

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۱۳۰۔

(۳) مستفاد از معاشرتی مسائل، ص ۱۴۹ تا ۱۵۱۔

ہے، دور جاہلی یا یہودی مذہب کی طرح کھلی چھوٹ بھی نہیں دی گئی، اور نہ ہی ہندو وعیسائی مذہب کی طرح بالکل دروازہ بند کیا گیا، بلکہ شریعت نے نہایت اعتدال اور بہت سی حکمتوں کے پیشِ نظر صرف تین طلاق کا مرد کو اختیار دیا ہے۔ گرچہ نکاح کا معاملہ تو ایک طلاق سے بھی ختم کیا جا سکتا تھا، لیکن بڑی حکمت یہ ہے کہ شریعت میاں بیوی (زوجین) کو جدا کرنا نہیں چاہتی ہے۔ اس لیے ایک طلاق کے بعد غور وفکر کرنے اور مستقبل کے متعلق سوچنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ اسی لیے ایامِ عدت میں بلاتجدید نکاح رجوع کیا جا سکتا ہے۔ لیکن غور وفکر کے بعد طلاق دینے میں ہی بہتری نظر آئے تو دوسری طلاق دی جا سکتی ہے، اگر کوئی اس کے بعد تیسری طلاق کا اقدام کرتا ہے تو یہ طلاق مغلظ ہے اور اب رجعت کا حق ختم ہوجائے گا۔ یہاں تک کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح ہو، ازدواجی تعلق قائم ہو اور پھر وہ طلاق دے تو یہ بیوی اپنے پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ یہ دوسرے شوہر سے نکاح کی قید بھی بڑی حکمتوں کے پیشِ نظر رکھی گئی ہے تاکہ شوہر تیسری طلاق کو کھیل نہ سمجھے، بلکہ تین طلاق کی سنگینی اس کے ذہن ودماغ میں رہے نیز اس کے ذریعے شوہر کو تعزیر وتنبیہ کرنا بھی مقصود ہے کہ اس پر یہ بات واضح ہوجائے کہ تین طلاق کے بعد شوہر کا حق ختم ہوگیا ہے۔ [۱] اور مزید اس آیت کریمہ سے بھی حکمت واعتدال کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْ أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ، وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ إِنْ أَرَادُوْا إِصْلَاحاً، وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ، وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾۔ [۲]

ترجمہ: اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک، اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انکے رحم میں پیدا کیا ہو اس کو چھپائے

(۱) مستفاد از حجۃ اللہ البالغہ، باب الطلاق ص/ ۴۳۰۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲۲۸۔

رکھیں، اگر وہ عورتیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتی ہیں اور ان عورتوں کے شوہر ان کو پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں اس عدت کے اندر بشرطیکہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں۔ اور جس طرح ان کی ذمہ داریاں ہیں اسی طرح دستور کے موافق ان کے حقوق بھی ہیں، اور مردوں کو ان پر یک گونہ (ایک درجہ) فضیلت حاصل ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں مطلقہ کو طلاق کے بعد آزاد نہیں کر دیا گیا اور نہ ہی نکاح کے بندھن میں ہمیشہ کے لیے جکڑ دیا گیا۔ بلکہ نہایت ہی معتدل اور فطری احکام دیئے گئے ہیں۔ بلاشبہ ہر حکم اس علیم وحکیم کی حکمت کا شاہکار ہے۔ سب سے پہلے عدت کا حکم دیا گیا۔ اور عدت کی مدت بھی نہایت معتدل رکھی گئی اور اس مدت میں رحم مادر کی صحیح صورت حال کو واضح کرنے کا حکم دیا گیا اور شوہر ہی کو گھر واپسی کا زیادہ مستحق بتلایا گیا، اور شوہر سے بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا مطالبہ کیا گیا۔

طلاق رجعی دینے کا طریقہ اور اس کی شرطیں

طلاق رجعی کا اصل طریقہ کیا ہے؟ صاحب ہدایہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: ”فَالْاَحْسَنُ أَنْ يُطَلِّقَ الرَّجُلُ إِمْرَأَتَهُ تَطْلِيْقَةً وَاحِدَةً فِيْ طُهْرٍ لَمْ يُجَامِعْهَا وَ يَتْرُكُهَا حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا، لِأَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ أَنْ لَا يَزِيْدُوْا فِي الطَّلَاقِ عَلٰى وَاحِدَةٍ حَتّٰى تَنْتَهِيَ العِدَّةُ“(۱)۔ طلاق کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک طلاق دی جائے، وہ بھی اس وقت جبکہ عورت پاک ہو، (ایام حیض میں نہ ہو) اور اس سے ان پاکی کے دنوں میں صحبت نہ کی ہو، پھر ایک طلاق دے کر یوں ہی چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے اور یہ طریقہ اس لیے بہتر ہے کیوں کہ صحابہ اسی کو پسند کرتے تھے کہ ایک طلاق سے زیادہ نہ دیں اور عدت پوری ہونے دیں۔

اسلام کے عادلانہ نظام پر ذرا غور کیجیے، انتہائی مجبوری میں اسلام نے طلاق رجعی

(۲) الہدایۃ، ج۲،ص ۳۵۴۔

کی اجازت دی لیکن اس میں بھی دو شرطیں لازم کر دی گئیں۔ ۱:۔ پہلی شرط۔ طہارت ہو، حیض کی حالت میں طلاق دینے کو پسند نہیں فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ نے طلاق کسی ناگواری یا دوری کی وجہ سے نہیں دی ہے۔ ۲:۔ دوسری شرط۔ اس طہارت میں قربت مجامعت نہ ہوئی ہو، تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ طلاق خواہش وضرورت پورا کر لینے کے بعد نہیں دی ہے بلکہ مجبوری میں دی گئی ہے۔ نیز حیض میں طلاق دینے سے عدت بھی دراز ہو جاتی ہے جو عورت کے لیے باعثِ زحمت ہے۔ گرچہ کسی نے حیض میں طلاق دی تو وہ واقع ہو جائے گی۔ لیکن ایسی حالت (ایام حیض) میں دی گئی طلاق کے بعد رجوع کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے (بشرطیکہ تین طلاقیں نہ ہوگئی ہوں) حدیث کی تمام معتبر کتابوں میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی، ان کے والد حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب واقعہ کی اطلاع دی تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنے بیٹے کو رجوع کرنے کا حکم دو، "فَتَغَيَّظَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا" (۱)

اب ایسی مطلقہ خواتین جن کو طلاق رجعی دی گئی ہو وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں ”وَ الْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ“ میں یہی حکم دیا گیا ہے، یعنی اس عدت میں کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کریں، اور نہ کوئی ایسا کام جس سے ازدواجی زندگی پر آنچ آتی ہو، اس زمانہ کو عدت کہتے ہیں۔

عدت اسلام کا امتیازی نظام اور اس کی حکمتیں

عدت کی ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ اگر طلاق رجعی کا سبب کوئی وقتی ناراضگی ہوئی ہے تو شوہر و بیوی اطمینان کے ساتھ ٹھنڈے دل سے اپنے معاملہ پر نظر ثانی کر سکتے ہیں اور ٹوٹا بندھن ابھی بھی آسانی سے جوڑا جا سکتا ہے، اس وقت نکاحِ جدید کی بھی ضرورت نہیں ہے، یہ عدت اسلام کا وہ منفرد و بے مثال نظام ہے جس سے آج تک دنیا کی ساری قومیں

(۱) سنن أبي داود، رقم الحديث: ۲۱۸۲۔

اور برادریاں محروم ہیں۔ اسلام میں عدت کی بڑی حکمت براءت رحم بھی ہے یعنی یہ معلوم ہوجائے کہ مطلقہ حمل سے ہے یا نہیں ہے۔ اگر رحم مادر میں بچہ ہوتو اس کے نسب اور حقوق کا تحفظ ہوجائے، مزید عدت کے ذریعہ نکاح کی اہمیت کو بھی اجاگر کرنا مقصود ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ نکاح میثاق غلیظ ہے (پختہ عہد ہے) عام معاملات کی طرح نہیں ہے جو یک لخت و یک لحظہ ختم ہوجاتے ہیں۔(۱) نیز شریعت کے حکیمانہ قانون پر مزید غور کیجئے۔ شوہر کو حکم دیا کہ طلاق کے بعد بھی بیوی کو گھر سے نہ نکالنا، ابھی ان کو گھر میں رکھنا واجب ہے اور عورتوں کو بھی حکم دیا گیا کہ یہاں سے نہ نکلنا۔ ﴿لاَ تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلاَ يَخْرُجْنَ اِلاَّ اَنْ يأتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ﴾۔(۲)

ترجمہ: "ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں مگر کوئی کھلی بے حیائی کریں تو اور بات ہے"۔

اس میں شریعت کے پیش نظر سب سے بڑی حکمت یہی ہے کہ اگر شوہر و بیوی کی یہ ناراضگی وقتی یا جذباتی ہے تو اس زمانۂ عدت میں اس کا ازالہ ہوجائے گا اور دونوں خوشی خوشی الفت بھری زندگی پھر ساتھ گزاریں گے اور بلاشبہ شریعت اسلامی کے بتائے ہوئے طریقہ سے عدت گزارنے میں جو فائدے اور حکمتیں ہیں محدود انسانی عقل ان کا ادراک نہیں کرسکتی ہے۔ ﴿لَا تَدْرِىْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾(۳)۔

ترجمہ: آپ نہیں جانتے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے۔

یہ ایک بڑی حقیقت ہے کہ دوسرے مذاہب اور قومیں زمانۂ عدت کی برکتوں اور فوائد سے محروم ہیں، کیوں کہ ان کے یہاں طلاق کے بعد دونوں کی راہیں بدل جاتی ہیں، دونوں آزاد ہوجاتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی بلکہ فریق و رقیب بن جاتے ہیں جبکہ اسلام میں بسا اوقات یہی زمانہ محبت و الفت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

(۱) مستفاد حجۃ اللہ البالغہ، باب العدۃ، ص ۷۴۳۔

(۲) سورۃ الطلاق، آیت: ۱۔

(۳) سورۃ الطلاق، آیت: ۱۔

عدت کے ایام اور اس کی بڑی حکمت

یہاں جس عدت کا بیان ہے یہ تین حیض کی عدت اُس خاتون کے لیے ہے جس کو (حیض) ماہواری آتا ہو، اور کسی وجہ سے (حیض) ماہواری نہ آتا ہو تو اس کی عدت شریعت نے تین ماہ مقرر کی ہے تاکہ ان دنوں میں آئندہ ازدواجی زندگی کے متعلق خوب غور کرلیں۔ اور اسلامی شریعت کی دور اندیشی دیکھیے اگر یہ مطلقہ خاتون حاملہ ہو تو اسکی عدت وضع حمل (ولادت) کو قرار دیا ہے، تاکہ اس مدت میں شوہر و بیوی نہ صرف اپنے متعلق بلکہ ہونے والے معصوم بچے کے متعلق بھی سنجیدگی سے غور کرلیں، کیوں کہ اس معصوم بچے کے حقوق کی ادائیگی مشترکہ طور سے دونوں پر ہے، ان کے طلاق سے اس معصوم بچے کے حقوق پامال نہ ہوں۔

بلاشبہ شوہر و بیوی کی ناراضگی کو دور کرنے اور ان کی آپس کی خلیج کو پاٹنے کا اولاد بہترین ذریعہ ہے، ہاں! ولادت ہوجائے پھر بھی شوہر و بیوی کی خفگی دور نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے طلاق کے اسباب و محرکات قوی ہیں۔ لہٰذا ولادت کے بعد شریعت اسلامی اس طلاق رجعی کو طلاق بائن (۱) میں تبدیل کردیتی ہے۔ اب دوبارہ ایک دوسرے کے رفیق حیات بن کر زندگی گزارنے کا ارادہ ہو تو تجدیدِ نکاح (دوبارہ نکاح) کرنا ہوگا اور دوبارہ نیا مہر بھی ادا کرنا ہوگا، گرچہ طلاق رجعی اب طلاق بائن میں بدل گئی ہے لیکن بچے کے حقوق جوں کے توں ہی رہیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ طلاق کا سارا نزلہ معصوم بچے پر گرجائے اور یہ چکی کے دو پاٹ کے درمیان پسنے لگے۔

بچے کے حقوق کا تحفظ اور اس میں حکمت واعتدال

اس موقع سے طلاق کے مسائل کے ساتھ بچوں کے حقوق کا تذکرہ خود قرآن مجید کے الٰہی قانون و شریعت ہونے کے ساتھ فطری ہونے کی بڑی دلیل ہے، اس سے اندازہ

(۱) طلاق بائن: ایسی طلاق جس کے بعد رجوع کرنے کے لیے دوبارہ نکاح کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت میں حقوق انسانی کا کیسا تحفظ ہے، جہاں دنیا کے کسی قانون کی نہ رسائی ہوسکتی اور نہ وہاں تک اس کی نظر جاسکتی ہے، کیونکہ بعض اوقات بچے کو دودھ پلانے کا مسئلہ ماں باپ کے درمیان جھگڑے کا سبب بن جاتا ہے یا کبھی ماں باپ کے جھگڑے اور طلاق کا سارا نزلہ معصوم بچے پر گر جاتا ہے، اس لئے شریعت نے بچوں کے حقوق کے سلسلہ میں سب سے پہلے ان ماؤں کو ہی مکلّف بنایا کہ وہ اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾(۱)۔ دوسری طرف بچے کے باپ کو مکلّف بنایا کہ ایام رضاعت میں بچہ کی ماں کا پورا نان ونفقہ اسی کے ذمہ ہے ﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾(۲)، ترجمہ: اور جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقہ پر ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا خرچ اٹھائے۔ (نان ونفقہ کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے)(۳)۔ قرآن مجید کے اس بیان پر غور کیجئے اس موقع سے یہ بھی فرمایا "بِالْمَعْرُوفِ" نان ونفقہ قاعدہ کے مطابق یعنی مروجہ طریقہ کے مطابق ہونا چاہئے اور ﴿لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾(۴) کسی کو اس کی برداشت سے زیادہ مکلّف نہیں بنایا جاتا، لہٰذا زوجین میں سے کوئی کسی سے شریعت کے قانون وحدود سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کرسکتا، بلکہ صراحت کے ساتھ کہہ دیا گیا کہ ﴿لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ﴾(۵)۔ کسی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچائی جائے اور نہ کسی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے ستایا جائے، یعنی ماں باپ آپس میں (بچے کے مسئلہ میں) کسی بات پر ضد نہ کریں، مثلاً ماں دودھ پلانے سے معذور ہو اور باپ اس پر یہ کہہ کر زبردستی کرے کہ آخر اسکا بھی تو بچہ ہے، مجبور ہو کر دودھ پلائے گی، یا یہ کہ باپ مفلس ہو اور ماں کو کوئی معذوری بھی نہیں پھر دودھ پلانے سے

(۱، ۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۳۔

(۳) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب النفقات، ج ۴، ص ۴۴۰۔

(۴) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۳۔

(۵) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۳۔

یہ کہہ کر انکار کرے کہ اس کا بھی تو بچہ ہے، مجبور ہو کر کسی سے دودھ پلوائے گا، لہٰذا اسلام نے ان حیلہ بازیوں کا دروازہ بند کردیا ہے، جب کہ معاشرہ میں یہی سب کچھ ہوتا ہے، بلکہ اس موقع سے بچے کے حقوق کے تحفظ کے سلسلہ میں اسلام نے بڑے دوررس احکام بھی دیئے، اگر باپ کا انتقال ہوجائے، تو اس بچے کے وارثین پر دودھ پلوانا لازم ہوگا، ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ﴾(۱) ترجمہ: اور اسی طرح کی ذمہ داری (بچے کے) وارث پر۔ یعنی جو بچے کے مرنے کی صورت میں اس کے مال وجائداد کے وارث وحقدار ہوں۔ اور ماں کسی عذر سے دودھ نہ پلا سکے تو کسی انا (دایہ) سے دودھ پلوایا جائے گا وغیرہ وغیرہ، بہرحال میاں بیوی کی کشمکش میں بچے کے حقوق پامال نہیں ہونا چاہئے۔

مطلقہ کی ذمہ داری

حقوق کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے ہی شریعت نے مطلقہ خواتین کو یہ حکم دیا ﴿وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ﴾(۲) ترجمہ: "اور ان عورتوں کے لیے یہ بات حلال نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحم میں پیدا کیا ہے اس کو چھپائے رکھیں"۔ یہاں بھی اسلامی احکام کی دور اندیشی قابل رشک وفخر ہے۔ اس ایک حکم کے ذریعہ عورت کے حقوق، مرد کے حقوق اور اگر رحم مادر میں بچہ ہے تو اس کے حقوق کو تحفظ فراہم کردیا گیا ہے، کیوں کہ رحم مادر کی صحیح کیفیت کی وضاحت سے ہی عورت کے ایام عدت کے تعیّن کا صحیح اندازہ ہوسکے گا۔ نیز مرد پر نان ونفقہ کی ذمہ داری کی مدت کا تعین ہوسکے گا اور اگر ان دونوں کے سابقہ ازدواجی رشتہ سے انسانوں کے گلشن میں کوئی نیا گل کھلنے والا ہو تو نہ صرف اس کے نسب بلکہ اس کے حقوق کا بھی تحفظ ہوسکے گا۔ ﴿إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ [اگر وہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہیں] اس میں بڑی وعید ہے ان مطلقہ خواتین کے لئے جو رحم مادر کی کیفیت کو چھپالیتی ہیں یہ کتمان چھپانا ایمان

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۳۔

(۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۸۔

کے منافی ہے، کیونکہ اس میں شریعت کے ساتھ کھلواڑ ہے، اس سے عدت، نان ونفقہ اور حمل ونسب کے سب مسائل خلط ملط ہو جائیں گے۔

طلاق کے بعد رجعت کا حق

پھر ایک بڑی رہنمائی یہ کی گئی کہ ان ایام عدت میں ان مطلقہ رجعیہ خواتین کو لوٹا لینے کا حق ان کے شوہر ہی رکھتے ہیں، بشرطیکہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں۔ اس حکم میں ﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا﴾۔(۱)۔ترجمہ: اور ان عورتوں کے شوہر ان کو پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں اس عدت کے اندر بشرطیکہ وہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں"۔ اس سے صاف اشارہ ملتا ہے کہ اسلامی شریعت طلاق کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی ہے، بلکہ طلاق کو پختہ نہ ہونے دیں، میاں بیوی از سر نو مل جائیں اور یہ رجوع محض دکھاوے کے لیے نہ ہو، سچائی و سنجیدگی کے ساتھ ہونا چاہیے اور ایک دوسرے کے ساتھ نبھانے کا پورا جذبہ ہونا چاہیے، اسی کو کہا گیا ہے اصلاح کی نیت ہونا چاہیے، نیز اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ کسی ولی کو روکنے کا حق نہیں ہے، ورنہ، معاشرہ میں کبھی لڑکی سے زیادہ اس کے باپ، بھائی اپنی عزت کا مسئلہ بنا کر اس کو رجوع کرنے سے روک دیتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت معقل بن یسارؓ نے اپنی بہن کی شادی ایک شخص کے ساتھ کر دی تھی، اس نے طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی، اس کے بعد یہ شخص اپنے فعل پر پشیمان ہوا اور چاہا کہ دوبارہ نکاح کر لے، اس کی بیوی یعنی حضرت معقل بن یسارؓ کی بہن بھی اس پر آمادہ ہو گئی، لیکن جب اس شخص نے حضرت معقلؓ سے اس کا ذکر کیا تو ان کو طلاق دینے پر غصہ تھا، انہوں نے کہا: میں نے تمہارا اعزاز کیا، اپنی بہن تمہارے نکاح میں دی، اب تم میرے پاس آئے ہو کہ دوبارہ نکاح کر دوں؟ خدا کی قسم! اب وہ تمہارے نکاح میں نہ لوٹے گی۔(۲) اس واقعہ کے بعد اللہ تعالی کا حکم نازل ہوا جس میں حضرت معقل بن یسارؓ کے اس عمل کو ناپسند کیا گیا۔ بس آیت کریمہ کے سنتے ہی حضرت معقل بن یسارؓ کا سارا غصہ

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۸۔
(۲) بخاری شریف، رقم الحدیث: ۵۱۳۰۔

ٹھنڈا ہو گیا اور اب از خود جا کر اس شخص سے اپنی بہن کا دوبارہ نکاح کر دیا۔ لہٰذا اس تناظر میں بھی یہ ہدایت ملحوظ رہے کہ شوہر ہی رجعت کا زیادہ حقدار ہے۔

رجعت کے بعد عورتوں کے حقوق ادا کرنے کی تاکید

اور اس رجوع کے بعد عورتوں کے حقوق کو بطور خاص نمایاں کر دیا گیا ہے، ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾(۱) دستور کے موافق جس طرح ان کی ذمہ داریاں ہیں اسی طرح ان کے حقوق بھی ہیں، یہ اسلام کا عادلانہ نظام قانون ہے، اور سچی بات تو یہ ہے کہ حقوق نسواں کا یہ قانون عرب کے اُمّی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر اس وقت لایا گیا جب دنیا حقوق نسواں کے تخیّل سے ناواقف تھی، بلکہ یہودیت ونصرانیت کی مذہبی دنیا بھی عورت کو ہر برائی کا سر چشمہ خیال کرتی تھی، لہٰذا شوہر کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ حقوق انہی کے ہیں بیویوں کا کوئی حق نہیں، بلکہ جس طرح بیویوں پر شوہروں کے متعلق فرائض و ذمہ داریاں ہیں اسی طرح دستور کے مطابق شوہروں پر ان کے حقوق بھی ہیں اور یہ فرائض وحقوق دونوں بالکل متوازن ہیں۔

مرد گھر کا سر پرست اور اس کی بڑی حکمت

﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾۔(۲) ہاں! مردوں کو ان پر یک گونہ (ایک درجہ) فضیلت ہے۔ اس کی وضاحت سورہ نساء میں اس طرح کی گئی ہے ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾(۳) مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں، اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور اس لیے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے۔ مردوں کو یہ فضیلت محض انتظامی نقطۂ نظر سے دی گئی ہے اور وہ انتظامی ضرورت، خاندانی نظام کی بقا اور

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۸۔
(۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۸۔
(۳) سورۃ النساء، آیت: ۳۴۔

اس کا استحکام ہے۔جس طرح ریاست کے نظم واستحکام کے لیے ایک سربراہ (ذمہ دار) کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح گھر وخاندان کے لیے بھی ایک قوام یعنی سرپرست ومنتظم کی ضرورت ہوتی ہے۔لہٰذا مرد کو یہ ذمہ داری تفویض کی گئی ہے کیوں کہ مرد ہی اپنی فطرت وصلاحیت کے لحاظ سے اس کے لیے موزوں ہے، نہ کہ عورت، بلکہ عورت کی مصلحت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ ذمہ داری مرد کو دی جائے۔ ہاں! مردوں کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ یہ فضیلت برائے ادائے فرض و ذمہ داری ہے۔ اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ شوہر بیوی پر، ظلم یا سختی شروع کردے، بلکہ طاقتور کو تو کمزور سے اور زیادہ لطف وحسن مراعات رکھنا چاہیے اور یہی تعلیم رئیس المفسرین حضرت ابن عباس ؓ سے بھی منقول ہے۔

قَالَ اِبۡنُ عَبَّاسٍ: اَلدَّرَجَةُ اِشَارَةٌ اِلیٰ حَضِّ الرِّجَالِ عَلیٰ حُسۡنِ العِشۡرَةِ وَ التَّوَسُّعِ لِلنِّسَاءِ فِيۡ المَالِ وَ الخُلُقِ۔(۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ آیت کریمہ میں (دَرَجة) سے مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اور مال واخلاق میں توسع سے کام لینے کی ترغیب دینا ہے اور اس بات کو نہیں بھولنا چاہیے، واللہ عزیز حکیم، بیشک اللہ زبردست اور حکمت والا ہے، ہمارے تمام اعمال کا وہی مواخذہ کرے گا۔ اور اس نے جو بھی حکم دیا ہے وہ حکمت ومصلحت سے بھرپور ہے، لہٰذا ہماری دنیا وآخرت کی سعادت اسی میں ہے کہ ہم اس کی مکمل اطاعت وفرمابرداری کریں۔

(۱) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، الجزء الثانی، ص ۱۱۰۔

طلاق دینے کا عادلانہ اور شریفانہ طریقہ

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَن يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾(۱)

ترجمہ: طلاق دو مرتبہ ہے، پھر دستور کے مطابق یا تو روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ رخصت کردینا ہے اور تمھارے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ تم نے جو کچھ ان عورتوں کو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لو، مگر اس صورت میں کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ حدود الٰہی کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ پس اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ وہ دونوں حدود الٰہی پر قائم نہیں رہ سکتے تو ان پر اس چیز کے باب میں کوئی گناہ نہیں ہے جو عورت فدیہ میں دے، یہ اللہ کے حدود ہیں تو ان سے تجاوز نہ کرو، جو اللہ کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اس آیت کریمہ میں طلاق اور خلع کا صحیح اور عادلانہ وشریفانہ طریقہ بتلایا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ طلاق وخلع اللہ تعالیٰ کے حدود یعنی قوانین میں سے ہے، اس میں انسان کی اپنی مرضی اور خواہش نفس اور خودرائی کا ادنیٰ سا بھی شائبہ نہیں ہونا چاہیے، اگر کوئی اللہ کے قوانین کو نظر انداز کرے گا تو اس کا خمیازہ اسی کو بھگتنا ہوگا۔ اس آیت کریمہ میں سب سے پہلے بتلایا گیا کہ اگر کسی مجبوری کے باعث نکاح کے پاکیزہ

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۹۔

بندھن کے ٹوٹنے کی نوبت آ ہی جائے تو یہ نہیں ہونا چاہیے کہ شوہر ایک ہی جھٹکے میں اس مقدس و پاکیزہ رشتے کو تار تار کردے، بلکہ طلاق دینے والے کو چاہیے کہ وہ وقفہ وقفہ سے طلاق دے، مثلاً ایک طلاق رجعی دے، وہ بھی ایسے وقت میں دے جبکہ عورت حیض سے پاک، طہارت کے ایام میں ہو اور ان ایام طہارت میں اس سے مقاربت بھی نہ ہوئی ہو، یہ طلاق کا سب سے احسن طریقہ ہے۔ اگر اس طلاق کے بعد پھر سے رجوع کرنا چاہے تو عدت کے دنوں میں رجوع کرلے اور بھلے طریقہ سے اس کے ساتھ زندگی گزارے اور اگر نباہ کی کوئی صورت نہ ہو تو دوسرے طہر میں دوسری طلاق دے اور اس طریقۂ طلاق کو شریعت میں حسن کہا گیا ہے۔ اس میں بھی ابھی گنجائش ہے کہ عدت کے دنوں میں رجوع کیا جا سکتا ہے اور بھلے طریقہ سے زندگی گزار سکتے ہیں۔ اسی طریقہ کا تذکرہ اس مذکورہ آیت شریفہ میں کیا گیا کہ الگ الگ دو طہر میں دو مرتبہ طلاق دے سکتا ہے، یہی طلاق دینے کا صحیح عادلانہ وشریفانہ طریقہ ہے اور اس میں بھی ازدواجی زندگی کی دسیوں حکمتیں و برکتیں پنہاں ہیں۔

مزید اس آیت شریفہ میں بتلایا گیا کہ دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد شوہر کو دو اختیار ہیں۔ ﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ بیوی کو روک لینا یا چھوڑ دینا ہے۔ 1:۔ روک لینے کا طریقہ یہ ہے کہ عدت کے دنوں میں ہی رجوع کرے۔ 2:۔ چھوڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ عدت کے ایام میں رجوع نہ کرے یا پھر تیسری طلاق دے، لیکن اب تیسری طلاق کے بعد پہلے دو طلاق کی طرح رجوع کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

رجعت وطلاق میں مرد کو اختیار، لیکن عدل وانصاف کے ساتھ

اسلام کا نظام طلاق کتنا قابل رشک ہے۔ ان دونوں طریقوں رجعت وطلاق میں مرد کو آزاد نہیں چھوڑا ہے بلکہ رجعت کے ساتھ (معروف) کی قید و شرط لگائی ہے، معروف کا مطلب یہ ہے کہ رجعت شریعت کے مطابق ہونا چاہیے، اس کے حقوق زوجیت ادا کرنے کی نیت ہونا چاہیے، جس کا مقصود ایک شریف، مہذب اور خدا ترس شوہر کی طرح

بیوی کو رکھنا ہے، اس کو معلّق رکھنے اور دکھ دینے کے لیے رجعت نہ ہو اور طلاق میں احسان کی قید لگائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خوش اسلوبی کے ساتھ چھوڑے، اس کی دل شکنی نہ کرے، اس کو ذلیل نہ کرے، اس پر کسی طرح کا بہتان نہ لگائے، اور احسان میں یہ بھی ہے کہ دو طلاق کے بعد مزید طلاق نہ دے یہاں تک کہ عدت گزر جائے اور وہ ازخود نکاح سے نکل جائے، یا تیسری طلاق دینا ہو تو وہ بھی طہر ہی میں دے اور نیز چھوڑنے میں نیت بھی شریعت کے مطابق ہو، یعنی" دفع نزاع" مقصود ہو، روز روز کی رسہ کشی اور زندگی کی گھٹن سے نجات حاصل کرنا مقصود ہو اور طلاق تو نزاع وکشیدگی کا اختتام ہے نہ کہ کشیدگی کا آغاز۔

مطلقہ بیوی سے مال واپس لینے کی ممانعت

طلاق کا یہ سارا عمل سنجیدگی اور متانت کے ساتھ ہونا چاہیے، غصہ اور جوش میں نہیں ہونا چاہیے ورنہ انسان جب غصہ میں طلاق دیتا ہے تو شریعت کی مذکورہ ترتیب کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے اور بیوی کو جو کچھ مہر یا تحفہ دیا تھا اس کو بھی چھین لیتا ہے، آیت شریفہ ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ﴾ (۱) ترجمہ:" اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ جو مال تم انھیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو۔ ہاں بجز اس صورت کہ جب اندیشہ ہو کہ اللہ کے ضابطوں کو دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے"، بلا شبہ مطلقہ بیوی سے مہر یا تحفہ واپس لینا یہ انتہائی ذلیل ورذیل حرکت ہے جو مرد کی جوانمردی ومردانگی کے خلاف ہے۔ اس طرح کی شنیع حرکت کی مذمت قرآن مجید میں اور بھی آئی ہے اور حدیث شریف میں بھی ہدیہ دے کر واپس لینے کی نازیبا حرکت کو کتّے کے فعل سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی قے کو خود چاٹ لے۔

"عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ الَّذِي يَعُوْدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِي قَيْئِهِ" ۔(۲)

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت:۲۲۹۔

(۲) رواہ البخاری، کتاب الھبۃ، رقم الحدیث:۲۶۲۲۔

بیوی کو خلع کا حق اور اس میں محدود مقدار واپسی کی اجازت وحکمت

لیکن مال واپس لینے کی ممانعت سے ایک صورت کو مستثنیٰ (الگ) کر دیا گیا ہے،
﴿فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِہٖ﴾ (۱)
(ترجمہ: سو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کے ضابطوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو دونوں پر اس (مال) کے باب میں کوئی گناہ نہ ہوگا جو عورت معاوضہ میں دیدے، اس صورت میں مرد اپنی بیوی سے مہر یا تحفہ میں دی ہوئی چیز کو واپس لے سکتا ہے اور یہ صورت خلع یا فسخِ نکاح کی ہے۔(۲)

خلع یا فسخِ نکاح میں غالب مصلحت عورت کی ہوتی ہے، جیسے طلاق میں عموماً غالب مصلحت شوہر کی ہوتی ہے، لہٰذا طلاق کے وقت مرد کو تسریح باحسان کا حکم ہے تاکہ بیوی کی دلبستگی ہوجائے، یہاں صورت حال یہ ہے کہ بیوی شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہے، حالاں کہ شوہر رکھنا چاہتا ہے، لہٰذا اس صورت میں مرد کی دلبستگی اور تلافیٔ مافات (محرومی کی بھرپائی) کے طور پر یا آئندہ نئے نکاح میں سہولت کے پیش نظر شریعت نے بیوی کو دیئے گئے مال کو واپس لینے کی اجازت دی ہے، لیکن اس میں بھی شریعت کا حسن اعتدال قابل رشک ہے، مرد اپنے دیئے ہوئے مہر سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے جس کی وضاحت حدیث شریف میں موجود ہے۔ ”عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا أَنَّ جَمِیۡلَۃَ بِنۡتَ سَلُوۡلٍ أَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ فَقَالَتۡ: وَ اللّٰہِ مَا أَعِیۡبُ عَلٰی ثَابِتٍ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ وَ لَا خُلُقٍ وَ لٰکِنِّیۡ أَکۡرَہُ الۡکُفۡرَ فِی الۡاِسۡلَامِ لَا أُطِیۡقُہٗ بُغۡضًا، فَقَالَ لَہَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ أَتَرُدِّیۡنَ عَلَیۡہِ حَدِیۡقَتَہٗ، قَالَتۡ نَعَمۡ، فَأَمَرَہٗ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ أَنۡ یَأۡخُذَ مِنۡہَا حَدِیۡقَتَہٗ وَ لَا یَزۡدَادَ“۔(۳) (ترجمہ: حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۹۔
(۲) خلع یعنی بیوی کا مال کے عوض یعنی مال دے کر یا بغیر عوض شوہر سے حق نکاح واپس لے لینا، فسخ نکاح بیوی کے مطالبہ پر قاضی کے فیصلے سے عقدِ نکاح کو ختم کیا جاتا ہے۔
(۳) اخرجہ ابن ماجۃ فی الطلاق: رقم الحدیث: ۲۰۵۶۔

جمیلہ بنت سلول حضرت رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا خدا کی قسم میں ثابت بن قیس پر دین و اخلاق کے سلسلے میں کوئی عیب نہیں لگاتی ہوں۔ لیکن میں اسلام کے ساتھ ناشکری کو پسند نہیں کرتی ہوں۔ میں ناگواری کی وجہ سے انکی رفاقت برداشت نہیں کرسکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم ان کا باغ واپس کرسکتی ہو۔ جمیلہ نے جواب میں کہا ہاں، تو آپ ﷺ نے ثابت بن قیس کو حکم دیا کہ وہ جمیلہ سے اپنا باغ واپس لے لیں اور مزید کا مطالبہ نہ کریں)۔ اور پھر اس آیت شریفہ میں فرما دیا گیا کہ یہ تمام احکامات و ہدایات اللہ کے قوانین ہیں اگر کسی نے ان کو توڑنے یا لانگنے کی جسارت کی تو یاد رکھیں وہی لوگ ظالم ہیں۔ یعنی اس کے نتیجے میں جو کچھ اس دنیا میں اور آخرت میں ان کے سامنے آئے گا اس کی ساری ذمہ داری خود انہیں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ پر نہیں ہے اور اس سے وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم ڈھائیں گے، اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑیں گے، لہٰذا طلاق دینے والے مرد اور خلع یا فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے والی خاتون کو معلوم ہونا چاہئے یہ عمل (طلاق، خلع، فسخ نکاح) اسی وقت درست ہوگا جب ازدواجی زندگی میں (حدود اللہ) اللہ کے قوانین کے پامال ہونے کا خطرہ ہو اور حقوق زوجیت کی ادائیگی نہ کی جاسکتی ہو، اگر اختلاف محض مزاجی، ذوقی، دنیوی بنیادوں پر ہو تو اس عمل کا ارتکاب سنگین جرم ہوگا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے قوانین تمام تر فطرتِ انسانی کے تقاضوں اور بندوں کی اپنی مصلحتوں پر مبنی ہیں۔

ایک مرتبہ میں تین طلاق کی سخت ممانعت

ایک مرتبہ میں تین طلاق کی بوچھار کر دینا یہ انتہائی غیر دانشمندانہ، غیر شریفانہ بلکہ غیر مومنانہ طریقہ ہے، اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے ایک ہی وقت میں تین طلاق کی شدید مذمت فرمائی، ”عَنۡ مَحۡمُوۡدِ بۡنِ لَبِیۡدٍ قَالَ: اُخۡبِرَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ عَنۡ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمۡرَأَتَہٗ ثَلَاثَ تَطۡلِیۡقَاتٍ جَمِیۡعًا، فَقَامَ غَضۡبَانَ ثُمَّ قَالَ: أَیُلۡعَبُ بِکِتَابِ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ اَنَا بَیۡنَ اَظۡہُرِکُمۡ، حَتّٰی قَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ! أَلَا أَقۡتُلُہٗ“۔(۱)

(۱) أخرجہ النسائی، رقم الحدیث: ۳۳۸۴۔

" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالیں۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اللہ کی کتاب کے ساتھ کھلواڑ کی جاتی ہے اور وہ بھی میری موجودگی میں، آپ کا یہ غصہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول! کیا میں اس شخص کو قتل نہ کردوں؟"۔

اور حضرت عمر نے ایسے غیر مہذب لوگوں کو درّے لگائے۔ ''اَخرَجهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ اَنَسٍ أَنَّ عُمَرَ إِذَا أُتِيَ بِرَجُلٍ طَلَّقَ إِمْرَأَتَهُ ثَلاَثًا أَوْجَعَ ظَهْرَه ''(۱)۔ اسی لیے بیک وقت تین طلاق دینا بدعت اور سخت گناہ کا کام بتایا گیا ہے۔ اس پر اکثر ائمہ متفق ہیں جیسا کہ امام محی الدین نوویؒ فرماتے ہیں: "قَالَ الأَوْزَاعِيّ وَابُوحَنِيفَةَ هُوَ بِدْعَة"۔(۲) لیکن اس کے باوجود ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک تین ہی واقع ہو جاتی ہیں اور تین طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔ جیسا کہ علامہ بدرالدین عینیؒ نقل فرماتے ہیں: ''مَذْهَبُ جَمَاهِيرِ العُلَمَاءِ مِنَ التَّابِعِينَ وَ مَنْ بَعْدَهُمْ مِنْهُمُ الأَوْزَاعِيُّ وَ النَّخعِيُّ وَ الثَّوْرِيُّ وَ ابُوْ حَنِيفَةَ وَ اَصْحَابُهُ وَ مَالِكٌ وَ أَصْحَابُهُ وَ الشَّافِعِيُّ وَ أَصْحَابُهُ وَ أَحْمَدُ وَ أَصْحَابُهُ وَ أَبُوْ ثَوْرٍ وَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ وَ آخرُوْنَ كَثِيْرُوْنَ عَلىٰ أَنَّ مَنْ طَلَّقَ إِمْرَأَتَهُ ثَلاَثًا وَقَعْنَ وَ لٰكِنَّهُ يَأْثَم ''(۳)۔ ترجمہ: ''تمام جمہور علماء، تابعین اور ان کے بعد امام اوزاعی اور نخعی وثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، امام مالک اور ان کے اصحاب، امام شافعی اور ان کے اصحاب، امام احمد اور ان کے اصحاب، ابوثور، ابوعبیدہ اور دیگر بہت سے علماء کا مسلک یہی ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی، تین ہی واقع ہوجائیں گی، گرچہ طلاق دینے والا گنہگار ہوگا'' امام ابن حزم ظاہری بھی تین طلاق بیک وقت پڑ جانے کے قائل ہیں۔ ''مَنْ قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ وَ نَوىٰ اِثْنَيْنِ اَوْ ثَلاَثاً فَهُوَ كَمَا نَوىٰ سَوَاءٌ قَالَ ذٰلِكَ فِيْ مَوْطُوْئَةٍ اَوْ فِيْ غَيْرِ مَوْطُوْئَةٍ''(۴)۔ ترجمہ: ''جس نے اپنی بیوی سے

(۱) ذکرہ الحافظ فی الفتح ۹/۳۱۵۔ (۲) شرح مسلم للنووی، ج ۱۱/۷۸۴۔
(۳) عمدۃ القاری ۹/۷ ۵۳۔ (۴) دیکھئے معجم فقہ ابن حزم الظاہری، الجزء الثانی ۲، ص ۷۱۹۔

[أنت طالق] کہا تجھے طلاق ہے، اور اس نے دو یا تین کی نیت کی، تو جتنی نیت کی ہوگی وہ طلاق پڑ جائے گی، بیوی سے چاہے قربت ہوگئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔''

تیسری طلاق کی اجازت انتہائی ناگواری کے ساتھ

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ، فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُوْدَ اللهِ، وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾۔(۱)

ترجمہ: پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق دے دے تو وہ مطلقہ عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ عورت کسی اور شوہر سے نکاح نہ کر لے، ہاں! اگر وہ دوسرا شوہر بھی اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے پاس (نیا نکاح کر کے) دوبارہ واپس آجائیں بشرطیکہ انہیں یہ غالب گمان ہو کہ اب وہ دونوں اللہ کے حدود قائم رکھیں گے، اور یہ سب اللہ کے حدود ہیں جو وہ ان لوگوں کے لیے واضح کر رہا ہے جو سمجھ رکھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں تیسری طلاق کا تذکرہ ہے لیکن اس آیت کریمہ کا انداز بیان بتاتا ہے کہ تیسری طلاق کی نوبت نہیں آنی چاہیے۔ (الطلاق مرّتان) کے بعد تیسری طلاق کو اس آیت میں حرف (إن) کے ساتھ (فَإِنْ طَلَّقَهَا) سے بیان کیا ہے، جو واضح اشارہ ہے کہ تیسری طلاق تک نہیں پہنچنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالک اور بہت سے فقہاء نے تیسری طلاق کی اجازت ہی نہیں دی۔ وہ اس کو طلاق بدعت کہتے ہیں۔

وَ يُكْرَهُ عِنْدَ مَالِكٍ الثَّلاَثُ مُتَفَرِّقَةً أَوْ مَجْمُوْعَةً۔(۲) نیز حدیث شریف میں تین طلاق کو مبغوض ومکروہ سمجھا گیا ہے۔ امام نسائی نے بروایت محمود بن لبید نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۰۔
(۲) التفسیر المنیر، سورۃ الطلاق، ص ۱۴/۶۵۲۔ الدکتور وہبہ الزحیلی۔

طلاقیں دی تھیں۔ آپ ﷺ غصہ ہوکر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے، حالانکہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں، اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسولؐ! کیا میں اس کو قتل کردوں۔

(عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ أَلَا أَقْتُلُهُ)۔ (۱)

بہر حال قرآن مجید کا یہ اسلوب بیان اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی واضح اشارہ ہے کہ تین طلاق انتہائی مبغوض و ناپسندیدہ ہے۔ اگر چہ اس کا مبغوض ہونا اس کے واقع ہونے اور مؤثر ہونے میں مانع نہیں ہے۔

تیسری طلاق کو روکنے کے لیے کڑی شرط

اس آیت شریفہ میں وضاحت سے بتلادیا گیا ہے کہ تیسری طلاق کے بعد بیوی اپنے شوہر کے لیے حرام ہوجائے گی۔ یہ اس کو اب پہلی دو طلاق کی طرح (رجعت یا عقد ثانی کی صورت میں) آسانی سے نہیں رکھ سکتا بلکہ اس آیت شریفہ میں (حتی تنکح زوجا غیرہ) (جب تک وہ عورت کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرلے) کے ذریعہ ایک کڑی شرط لگادی گئی ہے، وہ درحقیقت تیسری طلاق کو روکنے کے لیے ہے تاکہ شوہر تیسری طلاق کا لفظ زبان سے نکالنے سے پہلے ہزار بار سوچے۔

یقیناً ایک غیرت مند شوہر کو اس قید کا خیال بھی آجائے تو وہ تیسری طلاق کو زبان پر لانا اور دینا تو دور کی بات ہے، اس کے متعلق سوچنا بھی گوارا نہ کرے گا، کیوں کہ دوسرے مرد کے ساتھ نکاح اور پھر شب گزاری، یہ ایک ایسا طمانچہ ہے جس کی تکلیف کبھی زائل نہ ہوگی، اور ایسا داغ ہے جو کبھی دھل نہ سکے گا۔ یہ قید و بند اسی لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو ہنسی کھیل نہ بنالیا جائے۔

(۱) أخرجہ النسائی، رقم الحدیث: ۳۴۰۱۔

تیسری طلاق کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کی اجازت لیکن حلالہ کی مذمت

یہاں اسلامی تعلیمات کے حسن اعتدال پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر اس دوسرے شوہر کے ساتھ بھی نباہ نہ ہوسکے اور زندگی پہلے سے زیادہ اجیرن ہوجائے اور نباہ کی کوئی شکل نہ ہو اور یہ دوسرا شوہر بھی شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے طلاق دیدے تو عدت کے بعد یہ اپنے پہلے شوہر سے عقد نکاح کرسکتی ہے لیکن شرط یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کا پاس ولحاظ رہے، اور سب باتیں مبنی برحقیقت ہونی چاہیے۔ جیسا کہ زمانہ نبوت میں ایک واقعہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے ایک خاتون کو تین طلاق کے بعد اور دوسرے مرد سے نکاح اور طلاق کے بعد پہلے شوہر کے پاس جانے کی اجازت دی۔ (عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ اِمْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنِّيْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ، فَبَتَّ طَلَاقِيْ، فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيْرِ وَمَا مَعَهُ اِلَّا مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ، فَقَالَ: أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِيْ اِلٰى رِفَاعَةَ، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: لَا حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ۔ (۱) (ترجمہ: رفاعہ القرظی کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی۔ میں رفاعہ کی زوجیت میں تھی۔ پس انھوں نے مجھے تین طلاقیں دے دیں اور میں نے رفاعہ کے بعد عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کیا، لیکن عبدالرحمٰن کمزور ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہو۔ اس خاتون نے کہا۔ ہاں جی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ان کے پاس واپسی نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ تم دونوں میں مقاربت نہ ہوجائے)۔

لہٰذا یادرکھنا چاہیے کہ یہ دوسرا نکاح ڈرامہ کے طور پر نہ ہو، غرض ومطلب پورا کرنے کے لیے نہ ہو، اگر کسی نے صرف حلالہ کی نیت سے نکاح کیا تو یہ بڑا جرم و پاپ

(۱) أخرجہ البخاری، رقم الحدیث: ۲۶۳۹۔

ہوگا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے لوگوں پر لعنت کی خبر دی ہے" لُعِنَ المُحَلِّلُ وَ المُحَلَّلُ لَه "(۱) حلالہ کرنے والے وکرانے والے پر اللہ کی لعنت ہو، بلکہ ایسے شخص کو آپ ﷺ نے تیس مستعار (کرایہ کا بکرا) بتلایا ہے۔(۲)، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے (تغلیظا) [برائے سختی] اس عمل کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اگر حلالہ کرنے والے میرے پاس لائے جائیں تو میں ان کو رجم کردوں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس عمل کو بدکاری میں شمار کرتے تھے، لہٰذا ازدواجی زندگی میں مجبوری میں بھی تیسری طلاق اور اس کے بعد حلالہ کی گھناؤنی حرکت سے ہر سچے مسلمان کو دور رہنا چاہیے اور اپنی عاقبت کو بہتر بنانے کی فکر کرنا چاہیے۔

طلاق کے بعد عورتوں کے ساتھ ناروا سلوک ظلم ہے

﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ أَوْسَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَلاَ تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَاراً لِتَعْتَدُوْا، وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ، وَلاَ تَتَّخِذُوْا آيَاتِ اللهِ هُزُوًا، وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الكِتَابِ وَ الحِكْمَةِ ،يَعِظُكُمْ بِهٖ وَ اتَّقُوْا اللهَ واعْلَمُوْآ أَنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ ۔(۳)

ترجمہ: جب تم نے عورتوں کو (رجعی) طلاق دی ہو پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جاویں، (اور عدت ختم نہ ہوئی ہو) تو تم (پر واجب ہے کہ) ان کو قاعدہ کے موافق (رجعت کر کے) نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق ان کو رہائی دو اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت روک کر رکھو اس ارادے سے کہ ان پر ظلم کیا کروگے اور جو شخص ایسا (برتاؤ) کرے گا سو وہ (آخرت) میں اپنا ہی نقصان کرے گا (کیوں کہ ظلم کی

(۱) أخرجہ أحمد: ۴۲۸۳۔

(۲) رواہ أبوداؤد، رقم الحدیث: ۲۰۷۶۔

(۳) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۱۔

سزا بھگتے گا) اور حق تعالیٰ کے احکام کو لہو ولعب (کی طرح بے وقعت) مت سمجھو (کہ جس طرح چاہا کرلیا اور چاہا نہ کیا) اور حق تعالیٰ کی جو تم پر نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور (خصوصاً) اس کتاب اور حکمت (کی باتوں) کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہیں، کہ تم کو ان کے ذریعہ سے نصیحت فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

اصلاً طلاق ازدواجی زندگی میں پیش آنے والی مجبوری کا ایک شریفانہ حل ہے، اس لیے ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک و رواداری اور حقوق کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے، بطور خاص ان آیات میں طلاق کے بعد ایک مسلم خاوند کا سلوک اپنی مطلقہ خاتون کے ساتھ کیا ہونا چاہیے اور مطلقہ خاتون کے کیا حقوق ہیں؟ اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ طلاق کے بعد دو ہی صورتیں ہیں۔ 1: رجعت اور 2: مفارقت، اگر رجعت کرنا ہے تو سب سے پہلی ہدایت یہ دی گئی کہ "فَأَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ" (ان کو تم قاعدے کے موافق رجعت کر کے نکاح میں رہنے دو) اس آیت میں معروف کا لفظ ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ رجعت کے بعد بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں حسن سلوک اور شرعی حدود کا خیال ضروری ہے۔

اور دوسری اہم ہدایت یہ دی گئی ''وَلاَ تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَاراً لِتَعْتَدُوْا'' (انکو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت روکو اس ارادے سے کہ ان پر ظلم کیا کروگے) جس کو بالفاظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ واپسی خانہ آبادی کے لیے ہو، نہ کہ خانہ بربادی کے لیے، اس قرآنی حکم کے ذریعہ دور جاہلیت کے اس ظلم کا انسداد (دروازہ بند) بھی کردیا گیا جس میں شوہر اپنی بیوی کو بے حد وحساب طلاق دیتا تھا اور شوہر بار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہتا تھا اور وہ بیچاری معلقہ ہو کر رہ جاتی تھی۔ "أَوْسَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ" یعنی طلاق کے بعد اگر موافقت کی کوئی صورت نہ بن سکے تو مفارقت (چھوڑنا) بھی قاعدے کے مواق ہونا چاہیے، بداخلاقی کے ساتھ نہ ہو، طلاق کے بدلے میں کسی طرح کا معاوضہ نہ لے اور

آگے کی بات تو یہ ہے کہ اپنا دیا ہوا مال بھی واپس نہ لے، ﴿وَلاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئاً﴾ (۱) (تمہارے لیے یہ بات حلال نہیں کہ کچھ بھی لو اس میں سے جو تم نے ان کو دیا تھا) بلکہ ﴿وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾ (۲) (تمام مطلقہ خواتین کو کچھ فائدہ پہنچانا قاعدہ کے موافق پرہیزگاروں پر لازم ہے)۔ یعنی مطلقہ خواتین کو رخصت کرتے وقت ان کو تحفہ یا نقد یا کم از کم ایک جوڑا کپڑا دینے کا ایک شریف مسلمان کو اہتمام کرنا چاہیے۔

گویا اسلام کی نظر میں نکاح جس طرح ایک معاملہ اور ازدواجی زندگی کے معاہدہ کا آغاز ہے اسی طرح طلاق بھی ایک معاملہ و معاہدہ کا اختتام ہے، اس فسخ معاملہ کو دشمنی، جنگ وجدال کا سامان بنانے کی کوئی وجہ نہیں، اب شریعت کے اتنے واضح احکام کو اگر کوئی ٹھکراتا ہے اور عورتوں کے ساتھ ناروا سلوک کرتا ہے تو درحقیقت وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے، "وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ"، جو شخص ایسا برتاؤ کرے گا وہ آخرت میں اپنا ہی نقصان کرے گا کیوں کہ ظلم کی سزا بھگتے گا۔

طلاق کے نام پر شریعت کو مذاق نہ بنایا جائے

﴿وَلاَ تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (۳) اور اللہ کے احکام کو لہو ولعب مت سمجھو یعنی قانون وشریعت کے الفاظ سے ہی روح شریعت کو پامال نہ کرو، حیلہ بازیوں سے آیات الٰہی اور احکامِ خداوندی کا مذاق نہ بناؤ، بلکہ شریعت واحکام کو سب سے بڑی نعمت سمجھو، اور اللہ سے ڈرو، اس کو ہر چیز کا علم ہے یعنی اس کے پاس اصل محاسبہ ہونا ہے، اس آیت میں بڑی تنبیہ ہے ان لوگوں کے لئے جو لفظ طلاق کا بلاضرورت اور بیجا استعمال کرتے ہیں اور بے محابا بیویوں کو

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت:۲۲۹۔ (۲) سورۃ البقرۃ، آیت:۲۴۱۔
(۳) سورۃ البقرۃ، آیت:۲۳۱۔

طلاق کی دھمکی دیتے رہتے ہیں اور طلاق کے بعد حلالہ کے لیے حیلہ بازیاں کرتے ہیں، ان خواتین کو بھی سنجیدگی سے سوچنا چاہئے جو مردوں سے بیجا طلاق وخلع کا مطالبہ کرتی رہتی ہیں، یا مرنے اور عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرنے کی دھمکی دیتی رہتی ہیں اور ان لوگوں کو بھی ان آیات میں غور کرنا چاہئے، جو یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں طلاق عورتوں پر ایک بڑا ظلم ہے اور مَردوں کو آزادانہ اختیار دے کر چھوڑ دیا گیا ہے اور ان سے کوئی مواخذہ نہیں، اور شریعت نے عورتوں کے حقوق میں بخل سے کام لیا ہے، تاکہ ان کی چشم بصیرت بھی کھل جائے۔

طلاق شدہ عورتوں کو دوبارہ نکاح سے نہ روکا جائے

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ، ذٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، ذٰلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ﴾۔ (۱)

ترجمہ: اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دے دی پھر انہوں نے اپنی عدت پوری کر لی (اور عدت پوری کرکے کسی سے نکاح کرنا چاہیں خواہ پہلے ہی شوہر سے یا کسی دوسری جگہ) تو تم انکو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے (تجویز کئے ہوئے) شوہروں سے نکاح کر لیں (خواہ وہ اول ہوں یا ثانی) جب کہ وہ سب باہم قاعدہ کے موافق رضامند ہوجاویں۔ اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو، اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لیے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کو) جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔

اسلامی قوانین میں عورتوں کے عائلی وسماجی، معاشرتی ومعاشی حقوق ہی نہیں بلکہ ان کے فطری وطبعی، مزاجی وذوقی حقوق تک کی پوری رعایت کی گئی ہے اور آزادی سے ان کی تکمیل کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ دور نبوت کے وہ چند واقعات جو اس آیت کریمہ

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت:۲۳۲۔

کے شان نزول میں بیان کئے جاتے ہیں وہ اس کی کھلی شہادت ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت معقل بن یسارؓ نے اپنی بہن کی شادی ایک شخص کے ساتھ کر دی تھی، اس نے طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی، اس کے بعد یہ شخص اپنے فعل پر پشیمان ہوا اور چاہا کہ دوبارہ نکاح کر لے، اس کی بیوی یعنی حضرت معقل بن یسارؓ کی بہن بھی اس پر آمادہ ہوگئی، لیکن جب اس شخص نے حضرت معقلؓ سے اس کا ذکر کیا تو ان کو طلاق دینے پر غصہ تھا، انہوں نے کہا: میں نے تمہارا اعزاز کیا، اپنی بہن تمہارے نکاح میں دی، اب تم میرے پاس آئے ہو کہ دوبارہ نکاح کر دوں؟ خدا کی قسم! اب وہ نکاح میں نہ لوٹے گی حالانکہ کی وہ شریف شخص تھے ''عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ قَوْلَ اللهِ تَعَالىٰ (فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ — (البقرة: ۲۳۲) أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْهِ، قَالَ زَوَّجْتُ أُخْتاً لِيْ مِنْ رَجُلٍ فَطَلَّقَهَا حَتّٰى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا۔ جَاءَ يَخْطُبُهَا۔ فَقُلْتُ لَهٗ زَوَّجْتُكَ وَ أَفْرَشْتُكَ أَكْرَمْتُكَ فَطَلَّقْتَهَا ثُمَّ جِئْتَ تَخْطُبُهَا، لَا وَ اللهِ لَا تَعُوْدُ إِلَيْكَ أَبَداً، وَ كَانَ رَجُلًا لَا بَأْسَ بِهِ۔ وَ كَانَتِ الْمَرْأَةُ تُرِيْدُ أَنْ تَرْجِعَ اِلَيْهِ۔ فَأَنْزَلَ اللهُ هٰذِهِ الاٰيَةَ۔ "فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ"۔ فَقُلْتُ الاٰنَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ۔ قَالَ فَزَوَّجَهَا اِيَّاهُ''۔ (۱)

اسی طرح ایک واقعہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی چچا زاد بہن کا پیش آیا، ان واقعات پر آیت مذکورہ نازل ہوئی، جس میں حضرت معقلؓ اور حضرت جابرؓ کے اس رویہ کو ناپسند اور ناجائز قرار دیا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے، آیت کریمہ کے سنتے ہی حضرت معقل بن یسارؓ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور خود جا کر اس شخص سے بہن کا دوبارہ نکاح کر دیا اور قسم کا کفارہ ادا کیا، اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بھی تعمیل فرمائی۔ (۲)

---

(۱) أخرجہ البخاری، رقم الحدیث: ۵۱۳۰۔

(۲) اخرجہ الطبری فی التفسیر: ۴۹۳۹۔ الواحدی: ۱۵۳۔ وقیل نزلت فی جابر بن عبد اللہ حین عضل ابنۃ عم لہ۔ تفسیر ابی السعود: ص ۳۲۶، الجزء الاول۔

عورتوں اور سرپرستوں کے حقوق میں اسلامی قانون کا حسن اعتدال

نکاح کے سلسلے میں سرپرستوں کو اپنے حقوق معلوم ہونا چاہیے، اور عورتوں و لڑکیوں کو بھی اپنے حقوق معلوم ہونا چاہیے، اس آیت کریمہ میں ایک طرف عورتوں کو اپنی مرضی و پسند کی شادی سے بلا عذرِ شرعی روکنا، خواہ پہلے شوہر کی طرف سے ہو یا سرپرستوں اور اولیاء کی طرف سے، ممنوع قرار دیا گیا۔ تو دوسری طرف لڑکیوں کی مرضی و پسند کو (بالمعروف) کی قید لگا کر جذباتیت وشہوانیت سے بچا کر شرعی دائرہ میں لایا گیا ہے، لیکن کوئی لڑکی اپنے کفو کے خلاف دوسرے کفو میں نکاح کرے، یا مہر مثل سے کم پر نکاح کرے جس کا اثر خاندان پر پڑتا ہے، یا شرعی گواہوں کے بغیر نکاح کرے تو سرپرستوں کو نکاح سے روکنے کا حق حاصل ہے۔

یہی اسلامی قانون کا حسن اعتدال ہے، جو ساری انسانیت کے لیے سراپا رحمت و برکت ہے، پھر اسی آیت کریمہ میں یہ اعلان بھی کر دیا گیا کہ ان قوانین پر عمل کرنا ہی تمہارے لیے پاکی وصفائی کا ذریعہ ہے، اسی میں تمہارے لیے عافیت اور معاشرہ کی سالمیت وشفافیت کا ذریعہ ہے۔

خاص طور سے سرپرست اپنی طرف سے مصلحت اندیشی یا بے ہودہ رسم ورواج کی رکاوٹیں کھڑی نہ کریں، ورنہ معاشرہ میں بہت سی برائیاں پھیلنے کے اندیشے ہیں، خفیہ روابط، اغوا وفرار، پھر زنا وبدکاری کے دروازے کھل جائیں گے، اور سب کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ اور دوسری طرف عورتیں اور لڑکیاں بھی نفس سے مغلوب ہو کر سرپرستوں اور خاندان وگھر کے بزرگوں کی رائے کو ٹھکرا کر اپنی ہوشیاری اور زیرکی کی داد نہ دیں، ورنہ معاشرہ میں فتنہ وفساد اور مردوں میں جنگ وجدال اور خاندان میں قتل وقتال تک نوبت پہنچ جائے گی۔ "وَ اللهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" بس ان قوانین پر عمل کرنے کی برکتوں کو اور عمل نہ کرنے کی نحوستوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تم کچھ نہیں جانتے ہو۔

نکاح کے بعد میاں بیوی کی ملاقات سے پہلے ہی طلاق اور اس کا شریفانہ حل

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾(۱)﴿وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾(۲)

ترجمہ: "تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم عورتوں کو ایسے وقت میں طلاق دو جب کہ ابھی تم نے ان کو چھوا بھی نہیں ہے، اور نہ کوئی مہر مقرر کیا ہو، اور (ایسی صورت میں) ان کو کوئی تحفہ دو خوشحال شخص اپنی حیثیت کے مطابق، اور غریب آدمی اپنی حیثیت کے مطابق، بھلے طریقے سے یہ تحفہ دے، یہ نیک آدمیوں پر ایک لازمی حق ہے، اور اگر تم نے انہیں چھونے سے پہلے ہی اس حالت میں طلاق دے دی ہو جب کہ ان کے لئے (نکاح کے وقت) کوئی مہر مقرر کر لیا تھا، تو جتنا مہر مقرر کیا تھا اس کا آدھا دینا (واجب) ہے الا یہ کہ وہ عورتیں رعایت کر دیں (اور آدھے مہر کا بھی مطالبہ نہ کریں) یا وہ شوہر جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے رعایت کرے (اور پورا مہر دے دے) اگر تم رعایت کرو تو یہ تقوی سے زیادہ قریب ہے، اس میں فراخ دلی کا برتاؤ کرنا نہ بھولو، جو عمل بھی کرتے ہو اللہ یقینا اسے دیکھ رہا ہے"۔

اسلام میں طلاق در حقیقت ازدواجی زندگی کی پیچیدگیوں کا ایک مہذب اور شریفانہ حل ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ازدواجی زندگی کا آغاز عملی طور سے نہ ہوا

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۶، ۲۳۷۔

(۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۴۱۔

ہو، اور نکاح کے بعد میاں بیوی اپنے ذاتی مصالح کی وجہ سے ایک دوسرے سے دور رہنے کو ترجیح دیں۔ جبکہ اس موبائل و واٹس ایپ (WHATSAPP) (FACEBOOK) کے زمانے میں اس کے امکانات بلکہ واقعات اور بھی زیادہ ہو گئے ہیں تو اب ایک مسلمان مرد وزن کی جدائی کا شریفانہ طریقہ کیا ہو؟ تاکہ نہ صرف ان دونوں پر بلکہ خاندان اور سماج و معاشرہ پر اس کے منفی اثرات نہ پڑیں، اس صورت حال کے سلسلہ میں قرآن مجید میں بہت واضح، نہایت معتدل ومنصفانہ رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسی مطلقہ کو شریعت نے عدت کا حکم بھی نہیں دیا جس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ معاشرہ میں اس کے نکاح کا چرچا بھی نہ ہوا اور اسکو دوسرا نکاح کرنے میں دشواری و تاخیر بھی نہ ہو اور شوہر کے لیے یہ بہتری ہے کہ اس پر نان ونفقہ کا بار نہ آئے۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾۔(۱) ترجمہ: (اے ایمان والو! جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو پھر انھیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان کے ذمہ کوئی عدت نہیں، جس کی گنتی تمھیں شمار کرنی پڑے، بس انھیں کچھ دے دلا دو اور اچھی طرح رخصت کر دو)۔ اس موقع سے اللہ تعالیٰ نے شوہر کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ ایسی مطلقہ کو متعہ یعنی ہدیہ وتحفہ دینے کا اہتمام کرے۔

ایسی مطلقہ کو ہدیہ وتحفہ دینے کا حکم اور اس کی چند مثالیں

ایسا نکاح جس میں زوجین کی ملاقات (خلوت صحیحہ) سے پہلے ہی طلاق ہو جائے اور اس میں مہر کی تعیین بھی نہ ہوئی ہو تب بھی شوہر کو چاہیے کہ مطلقہ کو تہی دست (خالی ہاتھ) رخصت نہ کرے بلکہ اس کو کچھ ہدیہ وتحفہ، مال ومتاع ضرور دے، لیکن کیا دینا ہے؟ کتنا دینا ہے؟ اس کو مذاق بشری پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس میں کسی متعین مقدار یا تعداد کی قید نہیں لگائی

(۱) سورۃ الاحزاب، آیت: ۴۹۔

گئی ہے۔ بس اتنی بات ضرور واضح کر دی گئی ہے کہ ہر شخص اپنی حیثیت کے بقدر دے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اعلی مقدار یہ ہے کہ ایک خادم دے یا دراہم دے، اور اس سے ادنیٰ متاع یہ ہے کہ ایک جوڑا کپڑا دیدے، اسی لیے فقہائے احناف نے ایسی مطلقہ کو کم سے کم ایک جوڑا کپڑا دینا واجب قرار دیا ہے لیکن اس بات کا خیال رہے کہ یہ جوڑا پانچ درہم سے کم نہ ہو، ویسے زیادہ سے زیادہ اپنی حیثیت کے بقدر جو دے سکتا ہو وہ دے، اس کی ممانعت نہیں ہے۔ ’’عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا مُتْعَۃُ الطَّلَاقِ أَعْلَاھَا الْخَادِمُ وَ دُوْنَ ذٰلِکَ الْوَرِقُ وَ دُوْنَ ذٰلِکَ الْکِسْوَۃُ۔ وَ عَنْ ابْنِ عُمَر رضی اللہ عنہما اَدْنیٰ مَا یَکُوْنُ مِنَ الْمُتْعَۃِ ثَلَاثُوْنَ دِرْھَمًا۔ وَ قَالَ أَبُوْ حَنِیْفَۃَ ھِیَ دِرْعٌ وَ خِمَارٌ وَ مِلْحَفَۃٌ عَلٰی حِسَابِ الْحَالِ إلاَّ أَنْ یَقِلَّ مَھْرُ مِثْلِھَا مِنْ ذٰلِکَ فَلَھَا الأَقَلُّ مِنْ نِصْفِ مَھْرِ الْمِثْلِ وَ مِنَ الْمُتْعَۃِ وَ لَا یَنْتَقِصُ مِنْ خَمْسَۃِ دَرَاھِم‘‘۔(۱) اسی لیے اسلاف سے اس طرح کے واقعات میں کمی بیشی کے متعدد عملی نمونے ملتے ہیں۔ حضرت حسن بن علی نے ایسے واقعے میں بیس ہزار یا دس ہزار کا عطیہ اور شہد کے مشکیزے دیئے، اور قاضی شُریح نے پانچ سو درہم کا۔ ’’مَتَّعَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ بِعِشْرِیْنَ أَلْفًا وَ زُقَاقٍ مِنَ الْعَسَلِ، وَ مَتَّعَ شُرَیْح بِخَمْسِ مِائَۃِ دِرْھَمٍ۔ ھٰذِہِ الْآثَارُ ذَکَرَھَا ابْنُ عَطِیَّۃَ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ‘‘۔(۲)

ایسی مطلقہ کو نصف (آدھا) مہر دینا واجب ہے

دوسری صورت جس میں زوجین کی ملاقات سے پہلے ہی طلاق ہو جائے یہ ہے کہ کبھی ایسے نکاح میں مہر متعین ہو جاتا ہے، اگر مہر متعین ہو تو نصف مہر کی ادائیگی واجب ہے، لیکن اللہ کا قانون اس میں بڑا معتدل ہے کیوں کہ مہر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لیے اس کی ادائیگی کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ لیکن وہ حقوق العباد سے بھی تعلق رکھتا ہے اس لیے زوجین کو اس میں کمی زیادتی کرنے (یعنی اپنے حق سے دست بردار ہونے یا حق سے زیادہ

(۱) روح المعانی، ص ۲/۲۳۱۔

(۲) الجامع لأحکام القرآن قرطبی ۱/۱۷۱۔

دینے) کا اختیار دے کر اس کو عملی اور آسان بنا دیا ہے۔ کیوں کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک شخص ٹھیک ٹھیک اپنے قانونی حق ہی پر اڑا رہے تو اجتماعی زندگی خوش گوار نہیں ہو سکتی، لہٰذا شریعت نے اس میں گنجائش رکھی ہے کہ عورت (بیوی) چاہے تو اپنے مہر کا نصف حصہ بھی معاف کر دے اور کچھ بھی مہر نہ لے یا مرد (شوہر) چاہے تو اس کو بڑھا کر پورا مہر دیدے، یا وہ پورا مہر دے چکا ہے تو نصف واپس نہ لے معاف کر دے۔

مہر یا ہدیہ و تحفہ دینے کے فوائد

اس آیت کریمہ ﴿وَ أَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ﴾ میں قرآن مجید نے بظاہر مرد ہی کو ابھارا ہے، گرچہ اس خطاب میں خواتین بھی شامل ہیں، کیونکہ اس کی مردانہ بلند حوصلگی کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اس میدانِ ایثار میں خود آگے بڑھے، یہی عمل اس کو تقوی سے زیادہ قریب کرنے والا ہے، نیز ایسے موقع سے مطلقہ خواتین کے ساتھ احسان کرنا، مال و متاع دینا، ان کی دلجوئی، عزت افزائی اور حسن سلوک کے ساتھ ماضی کی کدورتوں اور نفرتوں کو دور کرنے، مستقبل کی متوقع خصومتوں، مقدمہ بازیوں، بہتان طرازیوں کے لیے بھی سدِّ باب کا نہایت اہم ذریعہ ہے۔

سورۃ الطلاق کی آیات

طلاق دینے کا مناسب وقت

﴿یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ وَ أَحْصُوْا الْعِدَّۃَ وَاتَّقُوْا اللّٰہَ رَبَّکُمْ، لَا تُخْرِجُوْھُنَّ مِنْ بُیُوْتِھِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّأْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ وَ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ، وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ، لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ أَمْرًا﴾(۱)

ترجمہ: "اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دینے لگو تو انہیں ان کی عدت کے مناسب وقت طلاق دو، اور عدت کو اچھی طرح شمار کرو، اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا

(۱) سورۃ الطلاق، آیت: ۱۔

پروردگار ہے، ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں، ہاں جبکہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں، اور یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدود ہیں، اور جو کوئی اللہ کی حدود سے آگے نکلے، اس نے خود اپنی جان پر ظلم کیا، تم نہیں جانتے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے"۔

میاں بیوی کے رشتہ کو اسلام نے بڑی اہمیت دی ہے کیوں کہ اس کی درستی و سلامتی پر ہی نسل انسانی کی درستی و سلامتی موقوف ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں نکاح و طلاق کے بیشتر چھوٹے چھوٹے مسائل بھی براہ راست بتلائے گئے ہیں، اور سورۃ الطلاق کی ان آیات میں طلاق دینے کا مناسب وقت، اور مطلقہ خاتون کے حقوق، نیز عدت گزارنے کی صورت کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

مجبوری میں طلاق دینے والوں کو سب سے اہم بات یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایسے وقت میں طلاق دیں کہ طلاق کا مناسب وقت ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ ایامِ حیض میں طلاق نہ دی جائے، بلکہ ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں مقاربت بھی نہ ہوئی ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُما أَنَّهُ طَلَّقَ إِمْرَأَتَهُ وَ هِیَ حَائِضٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰی تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ إِنْ شَاءَ اَمْسَکَ بَعْدُ وَ إِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ اَنْ يَمَسَّ۔ فَتِلْکَ العِدَّةُ الَّتِیْ أَمَرَ اللهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ۔ (۱) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اپنی بیوی (آمنہ بنت غفار) کو طلاق دے دی اور وہ حائضہ تھیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ سے کہو کہ رجعت کرلے اور اس عورت

(۱) أخرجه البخاري، رقم الحديث: ۵۲۵۱۔

کو اپنے پاس (یعنی اپنے نکاح میں) رہنے دے یہاں تک کہ حیض سے پاک ہو جائے۔ پھر حیض آئے، پھر حیض سے پاک ہو جائے۔ اس کے بعد اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو اپنے نکاح میں رکھے اور چاہے تو طلاق دیدے مقاربت سے پہلے۔ بس یہی (طہر کی) وہ عدت ہے جس میں مردوں کو طلاق کی اجازت دی گئی ہے۔

ایامِ حیض میں طلاق دینے کی ممانعت اور اسکی مصلحت و حکمت

قرآن مجید کے اس حکم میں دو اہم مصلحتیں ہیں جو میاں بیوی کے لیے بڑی رحمت ہیں۔ ایک یہ کہ اگر دوران حیض طلاق دی جائے تو عورت کے لیے عدت کا زمانہ بلا وجہ لمبا ہو جاتا ہے کیونکہ اس حیض کا زمانہ تو عدت میں شمار نہیں ہوگا اور اب ایک طہر کے بعد حیض آنے کا انتظار کرنا ہوگا تاکہ عدت کے پورے تین حیض شمار میں آجائیں، لہٰذا اس زحمت سے بچانے کے لیے طہر میں طلاق دینے کا حکم دیا گیا ہے اور حیض میں طلاق دینے سے روکا گیا ہے، دوسری بڑی مصلحت یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ طلاق وقتی نفرت اور بے رغبتی کے نتیجہ میں تو نہیں ہوئی ہے، لہٰذا ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں مقاربت نہ ہوئی ہو اور رغبت اپنے شباب پر ہو۔

عدت کا شرعی طریقہ اور اسکی حکمت و برکت

مطلقہ خاتون کے حق کو واضح کرنے کے لیے ایک اہم حکم یہ دیا گیا کہ مطلقہ بیوی کو طلاق کے بعد فوراً گھر سے نکال باہر نہ کریں۔ اور نہ یہ مطلقہ خاتون خود گھر چھوڑ کر جائے، بلکہ دونوں یکجا ایک ہی گھر میں رہیں، بیوی کا حق نمایاں کرنے اور گھر میں انکا وزن بڑھانے کے لئے گھروں کی نسبت (بُیُوْتِهِن) طلاق کے بعد بھی ان ہی کی طرف کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بھی اپنے اندر کتنی حکمتیں، رحمتیں اور برکتیں سمیٹے ہوئے ہے، اس کا اندازہ عام انسان نہیں کرسکتا، بلکہ حقیقت تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو زندگی کی دشواریوں سے بچانا چاہتا ہے۔ اسی لیے طلاق کے بعد فوراً جدائی و افتراق کے بجائے

عدت گزارنے کی شرط لگا دی گئی جو مذہب اسلام کا بے مثال نظام ہے۔ جس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ مدت نا اتفاقی کو اتفاق میں، نفرت کو محبت میں، دوری کو قربت میں تبدیل کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ **"لا تدری لعل اللہ یُحدث بعد ذلک أمرا"** (شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے)۔ اور عدت میں یہ بھی ضروری قرار دیا کہ میاں بیوی ایک ہی گھر میں رہیں، تاکہ دونوں سوچ سمجھ کر ٹھنڈے دل سے فیصلہ لے سکیں، کیا بعید ہے کہ دونوں کی یکجائی سے ازدواجی زندگی کے احوال درست وسازگار ہو جائیں اور میاں بیوی کے پھٹے دل ایک دوسرے سے از سر نو جڑ جائیں اور ان کا اجڑتا گھر پھر سے آباد ہو جائے، لیکن یہ اسی وقت بسہولت ممکن ہے جب طلاق رجعی دی گئی ہو اس لیے اس آیت میں ترغیب یہی دی گئی ہے کہ طلاق دینی بھی ہو تو رجعی طلاق دینی چاہیے کیوں کہ طلاقِ بائن کے بعد تو شوہر کے ہاتھ سے رجوع کا اختیار نکل جاتا ہے، اور طلاقِ مغلّظ (تین طلاق) کے بعد میاں بیوی دونوں کے ہاتھ سے تجدیدِ نکاح کرنے کا اختیار بھی ختم ہو جاتا ہے۔

معاشرہ کو طلاق کے نقصانات سے بچانے کے لیے شریعت کا حکم

عزت وشرافت کا سررشتہ کسی طرح بھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے اور معاشرہ و سماج پر طلاق کے منفی اثرات نہ پڑیں، اس لئے طلاق وعدت کے ضروری احکام کے بعد یہ ہدایات دی گئی ہیں: ﴿فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ، وَ أَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ، ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً، وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ، وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ، اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْراً﴾۔ (۱)

ترجمہ: "پھر جب وہ عورتیں اپنی (عدت کی) میعاد کو پہنچنے لگیں تو تم انہیں بھلے

(۱) سورۃ الطلاق، آیت: ۲، ۳۔

طریقے سے (اپنے نکاح میں) روک رکھو، یا پھر بھلے طریقے سے ان کو الگ کردو، اور اپنے میں سے دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنالو جو عدل والے ہوں اور اللہ کی خاطر سیدھی سیدھی گواہی دو، لوگو یہ وہ بات ہے جس کی نصیحت اس شخص کو کی جارہی ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا، اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس کا کام بنانے کے لیے کافی ہے، یقین رکھو کہ اللہ جس طرح چاہتا ہے اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے، البتہ ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے"۔

طلاق سے خاندانی وسماجی زندگی میں جو نقصانات ہوتے ہیں یا امکانی طور سے ہو سکتے ہیں اور عموماً میاں بیوی کے جواز دواجی حقوق پامال ہوتے ہیں اور پھر سماج ومعاشرہ پر اس کے جو منفی اثرات پڑتے ہیں۔ ان کا سدّ باب کرنے کے لیے شریعت نے یہ اہم ہدایات دی ہیں۔ جو سماج کے لیے رحمت ہیں۔ 1:۔ پہلی اہم ہدایت:۔ جب عورتیں اپنی عدت کی میعاد کو پہنچنے لگیں تو تم انھیں بھلے طریقہ سے اپنے نکاح میں روک رکھو۔ یعنی رجعت کرلو اور رجعت کے بعد شریعت کے مطابق ان کے سارے حقوق ادا کرو۔ 2:۔ یا بھلے طریقہ سے ان کو رخصت کردو۔ رخصت کرنا بھی شریعت کے حکم کے مطابق ہو، بداخلاقی کے ساتھ نہ ہو۔ 3:۔ ایسے حالات میں یعنی (رجعت یا مفارقت) کے وقت دو معتبر گواہ بنا لو تاکہ دونوں کے حقوق کا تحفظ ہو اور معاشرہ میں بھی کوئی منفی چہ میگوئیاں نہ ہوں۔

غور کیجئے شریعت کی احتیاط پر، ان گواہوں کو بھی پابند کیا گیا کہ سہی اور سچی گواہی دیں اور گواہی دیتے وقت صرف اللہ کا خیال کریں۔

طلاق میں شریعت کے حکم کا پاس ولحاظ کرنے والوں کو خوش خبری

آیت کریمہ میں بنیادی ہدایات کے بعد خوفِ خدا وفکرِ آخرت کی یاد دہانی کردی گئی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بشارت بھی سنادی گئی ہے کہ جو احکام الٰہی (شریعت) کا پاس رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں نئی راہیں کھول دے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے

مسائل ومشکلات کو دور کرنے کے لیے کافی ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے اور وہ کام اپنے وقت پر ہی ہوگا۔ ﴿قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ (۱) لہٰذا بندہ اللہ کے فیصلہ اور اس کی رحمت کا ہمیشہ امیدوار رہے، اس میں جلد بازی اور ناامیدی کا اظہار نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کے قوانین کا امتیاز

بلا شبہ قوانین کی تاریخ میں قرآن مجید کا یہ اپنا اچھوتا اسلوب ہے کہ وہ احکام و قوانین کے آگے پیچھے خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کی یاددہانی کردیتا ہے تاکہ ہر انسان قانون کی پابندی کسی پولس اور نگراں کے خوف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے کرے، اس کو یہ احساس رہے کہ اور کوئی دیکھے یا نہ دیکھے میرا رب تو مجھے دیکھ رہا ہے اور مجھے خلوت ہو یا جلوت ہر حال میں اللہ کے قانون کی پابندی کرنا ہے۔ بلا شبہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جب تک خوفِ خدا نہ ہو اس وقت تک عمل کرنا بھی مشکل ہے، کیونکہ یہی وہ اساس (بنیاد) ہے جہاں سے عمل کی تحریک ہوتی ہے، اس لئے بار بار خوفِ خدا کی تلقین کی گئی ہے۔

❁❁❁❁

(۱) سورۃ الطلاق، آیت: ۳۔

عالمی تناظر میں طلاق ایک جائزہ

قرآن مجید کی طلاق سے متعلق آیات کے مطالعہ سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اسلام میں طلاق کا نظام کتنا مستحکم، عادلانہ اور حکمتوں سے پُر ہے۔ جس سے دنیا کے سارے مذاہب واقوام، دستور وقوانین کا دامن خالی ہے۔

بلا شبہ اگر عملی طور سے اسلام کے نظامِ طلاق کو اختیار کرلیا جائے تو آج پوری دنیا میں خواتین پر ہونے والی زیادتیوں اور حق تلفیوں کو بڑی حد تک روکا جاسکتا ہے۔ طلاق کے عالمی تجزیہ (SURVEY) سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دنیا کے وہ ممالک جو مادی دنیا میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں اور جن کو اپنے (سپر پاور) ہونے کا دعویٰ ہے وہ معاشرتی اعتبار سے دیوالیہ ہوچکے ہیں، ان کے خاندانی نظام کا شیرازہ بری طرح منتشر ہوچکا ہے اور یہ ظلم انھوں نے خود اپنے اوپر ڈھایا ہے۔ عالمی تجزیہ نگار کہتے ہیں کہ ساٹھ سال پہلے کے حالات سے تقابل کریں تو آج دنیا میں شادیاں کم، طلاق زیادہ ہورہے ہیں۔ امریکہ اور آسٹریلیا میں ایک شادی اوسطاً 12 سال ہی چل پاتی ہے۔ دنیا میں طلاق کی کثرت کا اندازہ آپ UNIFIED LAWYER کی اس رپورٹ سے لگا سکتے ہیں۔

دنیا میں سب سے زیادہ طلاق والے ممالک (۱)

نمبر شمار	نام ملک	طلاق فیصد
۱	لوگزیم برگ LUXEMBOURG	87٪
۲	اسپین SPAIN	65٪

(۱) UNIFIED LAWYERS-29 SEP.2017

۳	فرانس	FRANCE	55٪
۴	روس	RUSSIA	51٪
۵	امریکہ	UNITED STATES	46٪
۶	برٹین (برطانیہ)	UNITED KINGDOME	42٪
۷	جرمنی	GERMANY	44٪
۸	نیوزی لینڈ	NEW ZEALAND	42٪
۹	آسٹریلیا	AUSTRALIA	38٪
۱۰	کناڈا	KANADA	38٪

ان ممالک میں اس کثرت کی بنیادی وجہ قانونِ طلاق کی لچک ہے۔جس میں مرد و زن کو مساوی اختیار دیکر اپنی اپنی رائے بلکہ صحیح معنی میں اپنے جذبات وخواہشات کی کھلی آزادی دی گئی ہے۔جس کی وجہ سے آج ان کا خاندانی نظام پوری طرح تباہی کے دھانے پر پہنچ گیا ہے۔

دوسری طرف ہمارا ملک ہندوستان ہے، جہاں طلاق کا قانون بڑا سخت ہے، جس کی وجہ سے طلاق کا تناسب دوسرے ممالک کے مقابلہ میں کم نہیں بہت کم ہے۔صرف ٪1 (ایک فیصد) ہے۔لیکن اس کے نتیجہ میں بلکہ ریئکشن (ردعمل) میں یہاں (معلّقہ) چھوڑی گئی عورتوں کی تعداد (مطلّقہ) طلاق شدہ عورتوں سے زیادہ ہے۔ THE WIRE HINDI (۱) کی رپورٹ کے مطابق پچھلی مردم شماری میں ہندوستان میں 23 لاکھ چھوڑی گئی خواتین ہیں جو طلاق شدہ عورتوں کی تعداد سے دوگنی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے آج بھی جبکہ مسلمانوں کی بڑی تعداد اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں کوتاہ ہے۔اس رپورٹ کے مطابق مسلمانوں میں بہتر ازدواجی زندگی کا تناسب سب سے زیادہ ہے۔2011 کی مردم شماری کی ٹیبل 13 کے مطابق ازدواجی

(۱) THE WIRE.7 JUNE. 2019

تعلق میں رہنے والی عورتوں کا تناسب سب سے زیادہ مسلمانوں میں ہے۔٪87.7 فیصد، جبکہ ہندوؤں میں یہ ٪86.2 فیصد ہے۔عیسائیوں میں ٪83.7 فیصد اور دیگر برادریوں میں ٪85.8 فیصد ہے۔

اور چھوڑی گئی خواتین کا تناسب سب سے کم مسلمانوں میں ہے (٪0.67) جبکہ ہندوؤں میں یہ تناسب (٪0.69) ہے اور عیسائیوں میں ٪1.19 اور دیگر میں ٪0.68 ہے۔اور حقیقت ہے کہ ہندوؤں میں طلاق دینے کا طریقہ اور اس کی رسم ہی نہیں ہے، اس لیے ان کے یہاں طلاق کا تناسب مسلمانوں اور عیسائیوں کی نسبت کم ہے۔لیکن مردم شماری کی رپورٹ اس حقیقت سے پردہ اٹھاتی ہے اور بتاتی ہے کہ ہندوؤں میں 20 لاکھ عورتیں ہیں جنھیں چھوڑ دیا گیا ہے۔جبکہ مسلمانوں میں یہ تعداد 2.8 لاکھ ہے اور عیسائیوں میں 90 ہزار اور دوسرے مذاہب میں 80 ہزار۔

اس تجزیہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام میں طلاق کا نظام مستحکم ہونے کی برکت سے اس ملک میں ہمارا خاندانی ومعاشرتی نظام کس حد تک پُرامن ہے۔

یہ تو مطلّقات اور معلّقات کا تجزیہ تھا۔اگر خودکشی اور جہیز کے نام پر خودسوزی اور برادری کی اونچ نیچ کے نام پر قتل قتال اور بیوہ عورتوں کے ساتھ ظلم وزیادتی کا تجزیہ پیش کیا جائے تو ہمارے ملک پر وہ کلنک کا ٹیکہ ہے جس کی کوئی دوسری مثال عالمی برادری میں نہیں ملے گی۔

حقیقت کے واضح ہونے کے بعد آپ خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ اس ملک میں تین طلاق کا مدعا ہمدردی میں اٹھایا گیا ہے یا سیاسی نقطۂ نظر سے۔(ٹائمس آف انڈیا) کا تبصرہ بجا ہے کہ تین طلاق کی وجہ سے مسلمانوں میں طلاق کی خبر زیادہ آتی ہے جبکہ مسلمانوں میں طلاق کا تناسب بدھ وعیسائی دہرم سے کم ہے۔

اس بات کی تصدیق آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی مجلس خواتین کی رپورٹ سے بھی ہوتی ہے جس میں بتلادیا گیا ہے کہ دوسرے سماجوں کی نسبت مسلمانوں میں طلاق کا فیصد کم ہے۔تین طلاق کا مدعا غلط طریقہ سے پیش کیا گیا ہے۔مجلس خواتین کی اہم عہدہ دار

محترمہ اسماء زہرہ کا کہنا ہے کہ ہمارے ملک کے کچھ مسلم اکثریتی اضلاع کے فیملی کورٹس (FAMILY COURTS) سے جو آنکڑے (اعداد و شمار) جمع کئے گئے ہیں اس میں وضاحت سے لکھا گیا ہے۔

اسلام کے تحت خواتین کو بہترین طریقہ سے رکھا جاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل اور مثال مسلم خواتین کے طلاق کے اعداد و شمار میں کمی کی صورت میں دیکھا جاسکتا ہے۔ مزید محترمہ اسماء زہرہ کا کہنا ہے کہ (RTI) کے ذریعہ 2011 سے 2015 کے درمیان مسلم اکثریتی اضلاع کے طلاق کے اعداد و شمار جو سامنے آئے ہیں وہ بیحد چونکا دینے والے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوا کہ مسلمانوں میں طلاق کا تناسب بہت کم ہے۔ اسی طرح سے دارالقضاء سے بھی جو اعداد و شمار جمع کئے گئے اس میں بھی طلاق کا تناسب 3-2 فیصد ہی سامنے آیا ہے۔ وہ آٹھ مسلم اکثریتی اضلاع یہ ہیں۔

1۔کنور	کیرلہ
2۔ناسک	مہاراشٹر
3۔کریم نگر	تیلنگانہ
4۔گنٹور	آندھرا پردیش
5۔سکندرآباد	حیدرآباد
6۔ملپورم	کیرلہ
7۔ایرناکلم	کیرلہ
8۔پلککڑ	کیرلہ

مسلمانوں میں 1307، ہندوؤں میں 16505، عیسائیوں میں 4827 اور سکھوں میں 8 طلاق کے معاملے سامنے آئے ہیں۔ (۱)

اسی طرح بیوہ خواتین کا حال بھی ہمارے ملک میں بہت برا ہے۔ یہاں اور چین

(۱) نودیئے ٹائمس ہندی ۳۰/اپریل ۲۰۱۷ء۔

میں دنیا کی ایک تہائی بیوائیں رہتی ہیں۔ اور سب سے زیادہ بیوائیں ہمارے ملک ہندوستان میں ہیں جنکی تعداد 4 کروڑ سے زیادہ ہے۔ (۱)

اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ غیر مسلم سماج میں آج تک بیوہ کو ایک بُرا سایہ مانا جاتا ہے اور اسے مذہبی امور اور خوشی کے مواقع میں شرکت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ خصوصاً شمالی ہندوستان میں اس ظلم سے بچنے کے لیے ہزاروں خواتین ملک کے مختلف آشرموں میں رہنے کو مجبور ہیں۔

حالانکہ ملک کی بیشتر صوبائی حکومتوں نے طلاق شدہ اور بیواؤں کی صورتحال کو سدھارنے اور دوسری شادی کے لیے مختلف پالیسیاں لاگو کر رکھی ہیں لیکن اس کا ایک فیصد بھی فائدہ نظر نہیں آرہا ہے۔

مدھیہ پردیش حکومت نے 2017 سے سپریم کورٹ کے حکم کے بعد بیوہ کی دوسری شادی پر 2 لاکھ کی امداد کا اعلان کر رکھا ہے (۲)۔ راجستھان کی حکومت نے 51000 کا حکم جاری کر رکھا ہے۔ (۳)۔ اسی طرح مہاراشٹر، گجرات اور ہریانہ حکومت نے بھی۔ لیکن ان سب کا نتیجہ صفر ہے۔

اور یہ بدحالی ہندو طبقہ میں سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ اسلام میں نکاح ثانی کی اجازت ہے اور حسب ضرورت تعدُّد ازواج کی بھی گنجائش ہے۔ اور اسلام میں بیوہ کو نامبارک اور منحوس نہیں سمجھا گیا ہے۔ اسکو بہتر اور باعزت زندگی گزارنے کا پورا پورا حق دیا گیا ہے۔ جبکہ ہندوؤں کے معاشرہ میں بیوہ اب بھی فال بد کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ آپ حکومت ہند کی بدنیتی کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان مظلوم خواتین کو نظر انداز کر کے تین طلاق شدہ مسلم خواتین کی ہمدردی کا کیا مطلب؟؟؟؟؟؟

(۱) NEWS 18.

(۲) ٹائمس آف انڈیا ۱۹ اکتوبر ۲۰۱۷ء۔

(۳) دینک بھاسکر ۱۷ر جولائی ۲۰۱۹ء۔

فہرست مراجع

نمبر شمار	نام مراجع
۱	القرآن الکریم
۲	الجامع لاحکام القرآن للقرطبی
۳	تفسیر أبی السعود
۴	روح المعانی
۵	التفسیر المنیر ،للدکتور وھبۃ الزحیلی
۶	تفسیر ماجدی
۷	الجامع الصحیح للبخاری
۸	الجامع الصحیح لمسلم
۹	سنن ابی داؤد
۱۰	الجامع للترمذی
۱۱	ابن ماجہ
۱۲	سنن النسائی
۱۳	مسند احمد
۱۴	فتح الباری شرح صحیح البخاری
۱۵	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری

۱۶	شرح مسلم للنووی
۱۷	الھدایۃ
۱۸	فتح القدیر
۱۹	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع للکاسانی
۲۰	معجم فقہ ابن حزم الظاہری
۲۱	المیز ان للشعرانی
۲۲	حجۃ اللہ البالغۃ۔شاہ ولی اللہ الدھلوی
۲۳	رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغۃ۔مفتی سعید پالن پوریؒ
۲۴	الفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔جواد علی
۲۵	معاشرتی مسائل۔مولانا محمد برہان الدین سنبھلیؒ
۲۶	القاموس الفقہی لسعدی ابوحبیب
۲۷	UNIFIED LAWYERS
۲۸	THE WIRE
۲۹	نو دے ٹائمس ہندی
۳۰	ٹائمس آف انڈیا
۳۱	دینک بھاسکر
۳۲	NEWS 18